جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور کا ترجمان مجلہ

نوائے خادم

شمارہ یکم محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۴۴۵ھ







زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شائع کردہ: جمعیت طلباء عثمانیہ

nawaekhadim@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحیم

ضروری وضاحت

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

ایک مکمل، باقاعدہ اور منفرد مجلہ کی حیثیت سے یہ "نوائے خادم" کا پہلا شمارہ قارئین کرام آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ سب کام انسانوں کے ہاتھ ہوتا ہے اس لیے غلطی رہ جانے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس لیے قارئین کرام آپ سے گزارش ہے کہ کوئی غلطی بھی نظر آئے تو براہ کرم مطلع فرمائیے۔

- آپ منتخب مضامین اور شعراء کا منتخب کلام بھی بھیج سکتے ہیں۔
- حمد و نعت اور فکاہیہ مضامین جو اخلاقی حدود میں رہ کر لکھے گئے ہوں/منتخب کیے گئے ہوں، بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔
- دینی، علمی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہ ہوں گے۔
- بعض قارئین اخبارات و رسائل سے تحریریں من وعن نقل کر کے اپنے نام سے ارسال کرتے ہیں ایسا ہرگز نہ کیجئے کیونکہ ایسی تحاریر شائع نہیں کی جاتیں۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

مضامین نوائے خادم مجلہ کے کسی رکن کو پی ایم کر دیں یا پھر درج ذیل پتہ پر ای میل کر سکتے ہیں۔

nawaekhadim@gmail.com

مدیر مجلہ نوائے خادم

محمد داؤد الرحمن علی



نوائے خادم شمارہ محرم تا ربیع الاوّل 1445 ہجری

نوائے خادم اراکین

بیاد

- مہر احمد بخش مرحوم
- مولانا یسین احمد عثمانیؒ
- مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ

زیر نگرانی

- حضرت مولانا احمد قاسمی صاحب
- مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب

مدیر

مولانا محمد داؤد الرحمن علی صاحب

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا خادم حسین صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد عبید الرحمن صدیق صاحب

معاون مدیر

مولانا سہیل نواز عثمانی صاحب

مجلس مشاورت

- مولانا شوکت علی اعوان صاحب
- مولانا عبد اللہ ہزاروی صاحب
- مولانا محمد اکرم عثمانی صاحب
- مولانا عمیر نواز صاحب
- مفتی محمد شمس الرحمن عثمان صاحب
- ڈاکٹر محمد عثمان غنی صاحب
- صاحبزادہ حافظ محمد قاسم اسامہ صاحب






سنة هجرية مباركة
فہرست مضامین



السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

دنیاوی کتب ایسی کتب ہیں کہ جن کو پڑھ کر انسان ڈگری لے سکتا ہے،نوکری لے سکتا،عہدہ لے سکتااور دنیاوی امور نمٹا سکتا ہے۔دنیاوی کتاب انسان چند بار اس کا مطالعہ کرلے تو انسان بوریت محسوس کرتا ہے۔دنیا کے اندر ایک ایسی کتاب بھی موجود ہے جو لاریب ہے،جس پڑھنے پر ثواب ملتا ہے،جس کے پڑھنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں،جس کو بار بار پڑھنے کا اپنا لطف آتا ہے،جس کے اندر انسانیت کے فلاح و بہبود کے دریا موجزن ہیں،جو انسان کو انسان بناتی ہے،جس کے اندر گود سے لیکر گور تک کے تمام مراحل بتالئے گئے ہیں،جس کے اندر ایسے ایسے جواہرات موجود ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جائے۔

جس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے انسان اشرف المخلوقات بن جائے۔جو کتاب جینے کا سلیقہ سکھلائے،جو کتاب روزمرہ کے اعمال سکھلائے،جو کتاب انسان کی فلاح و بہبود بتلائے،جو کتاب کامیابیوں کے زینے چڑھوائے،جو کتاب انسان کی بخشش کروائے،جو کتاب انسان کی قبر میں ساتھی بن جائے،جو کتاب محشر میں سفارش کرائے،جو کتاب انسان کو رب کی رضا عطا کرے،جو کتاب انسان کو جہنمیوں کا سفارشی بنائے،جو کتاب انسان کو جنت کے قرینہ چڑھوائے،جو کتاب آپ کے حق میں سفارش کرے اور اس کی کتاب کی سفارش کو قبول کیا جائے اس عظیم ،لاریب،مفصل و مدلل کتاب کو ''قرآن مجید و فرقان حمید'' کہتے ہیں۔

اس کتاب کی شان کااندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کو لانے والے جبرائیل علیہ السلام جو فرشتوں کے سردار ہیں، جس مہینہ میں نازل ہورہی ہے وہ مہینہ رمضان تمام مہینوں کا سردار ہے، جس رات میں نازل ہورہی ہے وہ رات لیلۃ القدر کی رات تمام راتوں کی سردار ہے، جس شخصیت کو عطا کی جارہی ہے وہ شخصیت تمام نبیوں کی سردار ہے اور جس امت کو دی جارہی ہے وہ تمام امتوں کی سردار ہے۔

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قرآن کو اللہ نے نازل کیا اور اس کی حفاظت کرنے والا بھی اللہ ہے۔ جو قرآن کو پڑھے گا، عمل کرے گا فلاح پائے گا۔ ایک وقت تھا کہ کسی کی جرات نہیں ہوتی تھی کہ اللہ کے کلام کی طرف آنکھ اٹھا بھی دیکھ لے۔ اور آج وہ وقت ہے کہ ہمارے سامنے ہمارے قرآن کی بے حرمتی کی جارہی ہے اور ہماری زمانیں خاموش، ہماری آنکھیں بند، ہمارے کان سننے سے قاصر ہیں۔

جب تک ہم نے قرآن کو اپنا ہم نے راج کیا۔ جب سے ہم نے قرآن کو چھوڑا ہم غلام بن گئے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیاخوب عکاسی تھی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

چھوٹی سی کوئی بات ہو جائے ہم لوگ سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، میڈیا سب کو آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جب اسلام، قرآن، ختم نبوت، صحابہ کی باری آتی ہے ہماری زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔ ہماری قلم کی سیاہی خشک ہو جاتی ہے۔ ہماری آواز حلق میں اٹک جاتی ہے۔

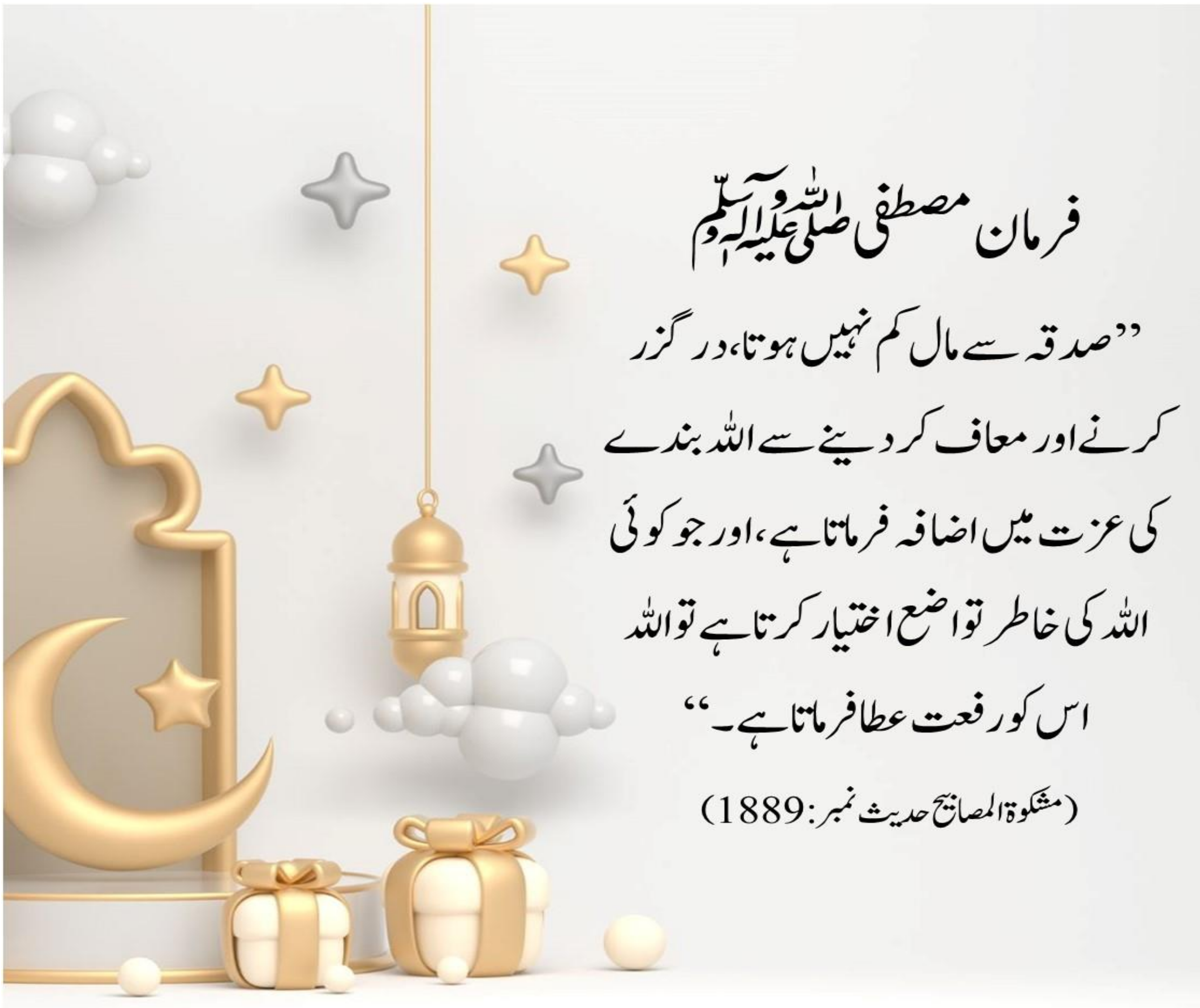
یاد رکھیں! ایک دن آئے گا جب حساب برابر ہو گا، جب ایک ایک منٹ کا حساب ہو گا، جب یہی کتاب گریبان پکڑ کر پوچھے گی: اے مسلمان! تمہاری سامنے مجھے نذر آتش کیا جاتا رہا، مجھے بُرا بھلا کہتا جاتا رہا، اس وقت تجھے فکر نہیں تھی، آج محشر میں مجھے تیری کوئی فکر نہیں۔

بتائیں ہم کیا کرینگے؟ آج ہم کیوں مشکلات کا شکار ہیں؟ آج ہم کیوں دوسروں کے محتاج ہیں؟ آج ہم کیوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں؟ اس کی وجہ یہی ہے قرآن سے دوری ہے اور رب کی ناراضگی ہے۔ اگر اس ناراضگی کو دور کرنا ہے تو مسلم کو ایک آواز بننا ہو گا۔ مسلم آج بھی ایک مٹھی کی مانند ہو جائیں۔ ان شاءاللہ کسی کی جرات نہیں ہو گی کہ وہ ایسے اقدام کرے۔

درخواست کروں گا جب کوئی ملعون ایسی ناپاک کوشش کرتا ہے تو براہ کرم اس کو پھیلانے سے گریز کریں، انجانے میں ہم سب اس کے مشن کو آگے لوگوں تک پہنچا رہے ہوتے ہیں، اور ان کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے اور ہم انجانے میں ان مقاصد کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

اغیاروں کو کہنا چاہوں گا کہ سن لو! قرآن پر ہمارا ایمان ہے، قرآن پر ہمارا تن من دھن قربان ہے۔ یاد رکھنا! قرآن ہماری ریڈ لائن ہے۔ ان شاءاللہ ایک دن ایسا آئے گا جب فضائیں قرآن کی تلاوت سے معطر ہونگی اور تمارے در و دیوار تلاوت قرآن سے گونج اٹھیں گے۔

اگر آپ مضمون نگار ہیں، اگر آپ مقرر ہیں، اگر ادیب ہیں، اگر آپ خطیب ہیں، اگر آپ کوئی عہدہ دار ہیں، اگر آپ ایک عام انسان ہیں۔ آپ قرآن کی آواز بنیں، ان شاءاللہ کل محشر میں یہ قرآن آپ کی آواز بنے گا۔ قرآن کو عام کریں، قرآن کی تعلیم عام کریں۔ قرآن زندہ آباد





طریقۂ ثالثہ

قرآن پاک میں کل تین مضامین ہیں۔

۱)توحید ۲)رابطہ بین الخالق والمخلوق ۳)دعا از باری تعالیٰ

یہ تینوں فاتحہ میں موجود ہیں۔

اثباتِ توحید: ''**الحمد**'' سے ''**مالک یوم الدین**'' تک ہے۔

رابطہ بین الخالق والمخلوق: ''**ایاک نعبد وایاک نستعین**'' میں ہے۔

درخواست از خالق ارض وسماء: ''**اہدنا الصراط المستقیم**'' سے آخر تک ہے۔

طریقہ رابعہ

قرآن میں کل دو مضمون ہیں۔(۱)**التحلیة بما یرضی اللّٰہ**(۲)**التزکیة بما نہی اللّٰہ عنه**

اوّل ''**الحمد**'' سے ''**انعمت علیهم**'' تک ہے،ثانی ''**غیر المغضوب علیهم**'' سے آخر تک ہے۔

طریقہ خامسہ

قرآن پاک میں دو مضمون ہیں، حمد باری تعالیٰ اور تعلق مع اللہ کے حصول کا طریقہ، اس کی تین شاخیں ہیں۔

حمد وثنا باری تعالیٰ... ''الحمد'' سے ''مالک یوم الدین'' تک ہے۔

طریقہ حصول تعلق باللہ ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' میں ہے، یعنی الشغل بالعبادۃ والشغل بالاستعانت، اور الشغل بالدعاء ''اہدنا الصراط '' الخ... میں ہے۔

طریقہ سادسہ

قرآن پاک میں اثباتِ توحید اور تعلق بین الخالق والمخلوق کا بیان ہے، یہ دونوں مضمون فاتحہ میں بھی ہیں۔

اثباتِ توحید ''مالک یوم الدین'' تک۔۔۔

تعلق بین الخالق والمخلوق ''ایاک نعبد'' ۔۔۔ الخ۔

طریقہ سابعہ

اس سورۃ میں سوال اور عرض درخواست کی تعلیم ہے۔ پہلے القاب ہوں، جو ''الحمد للّٰہ'' میں ہیں، پھر اپنی عاجزی کا اظہار ہو جو ''ایاک نعبد'' میں ہے، پھر مضمونِ درخواست ہو جو ''اھدنا الصراط'' الخ۔۔۔ میں ہے۔

طریقہ ثامنہ

قرآن پاک میں نعمتیں، موت اور تاریخی واقعات یاد دلا کر انسان کو متنبہ کیا گیا، اسے تذکیر کہتے ہیں، فاتحہ میں بھی تذکیراتِ ثلاثہ کا بیان ہے۔

تذکیر بآلاء اللہ ''الحمد'' سے ''الرحیم'' تک ہے۔

تذکیر بمابعد الموت ''مالک یوم الدین'' میں ہے۔

تذکیر بایام اللہ ''اھدنا الصراط'' سے آخر تک ہے۔



درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نسب نامہ رسول اللہ ﷺ

اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبدِاللہ بنِ عَبْدِالمُطَّلب بنِ ہَاشِمِ بُنِ عَبْدِمَنَافِ بُنِ قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کَعْبِ بنِ لُوَیّ بنِ غَالِبِ بُنِ فِھرِ بُنِ مَالِکِ بُنِ نَضْرِ بُنِ کَنَانَہ بن خَذَیْمَہ بنِ مُدْرِکَہ بن اِلْیَاسِ بُنِ مُضَرِ بُن نَزَار بن مَعَدّ بنِ عَدْنَانِ۔

آپ علیہ السلام کا نسب نامہ یہاں تک اتفاق سے ایک حدیث میں مذکور ہے اس سے آگے آدم علیہ السلام تک کا نسب نامہ بعض کتابوں میں ملتا ہے لیکن وثوق نہیں، اس لئے اسے چھوڑ دیا ہے۔

آپ ﷺ کا خاندان آپ کے پردادا حضرت ہاشم کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کا اصل نام **عَمْرو** تھا، وہ لوگوں کو ثرید کھلانے کی وجہ سے ہاشم مشہور ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کے دادا کا نام عامر اور لقب **شیبۃ الحمد** تھا اور عبد المطلب کے نام سے مشہور تھے۔ بارعب، بہادر، خوبصورت، قدآور، بردبار، دانا اور سخی تھے۔ ہر سال ماہ رمضان میں غارِ حرا جاکر عبادت کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کو بھی ذبیح اللہ کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت عبد المطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے دیئے تو میں ایک کو قربان کروں گا۔ دس بیٹے مل گئے تو قرعہ کے ذریعہ عبداللہ کا نام قربانی کے لئے نکلا۔

عبدالمطلب قربانی کے لئے تیار ہو گئے لیکن جب ابو طالب اور عبداللہ کے ننھیال نے مخالفت کی تو قرعہ کے ذریعہ سو اونٹ اس کے بدلے میں قربان کر دیے گئے۔اس واسطے آپ علیہ السلام فرماتے تھے:

''انا ابن ذبیحین''

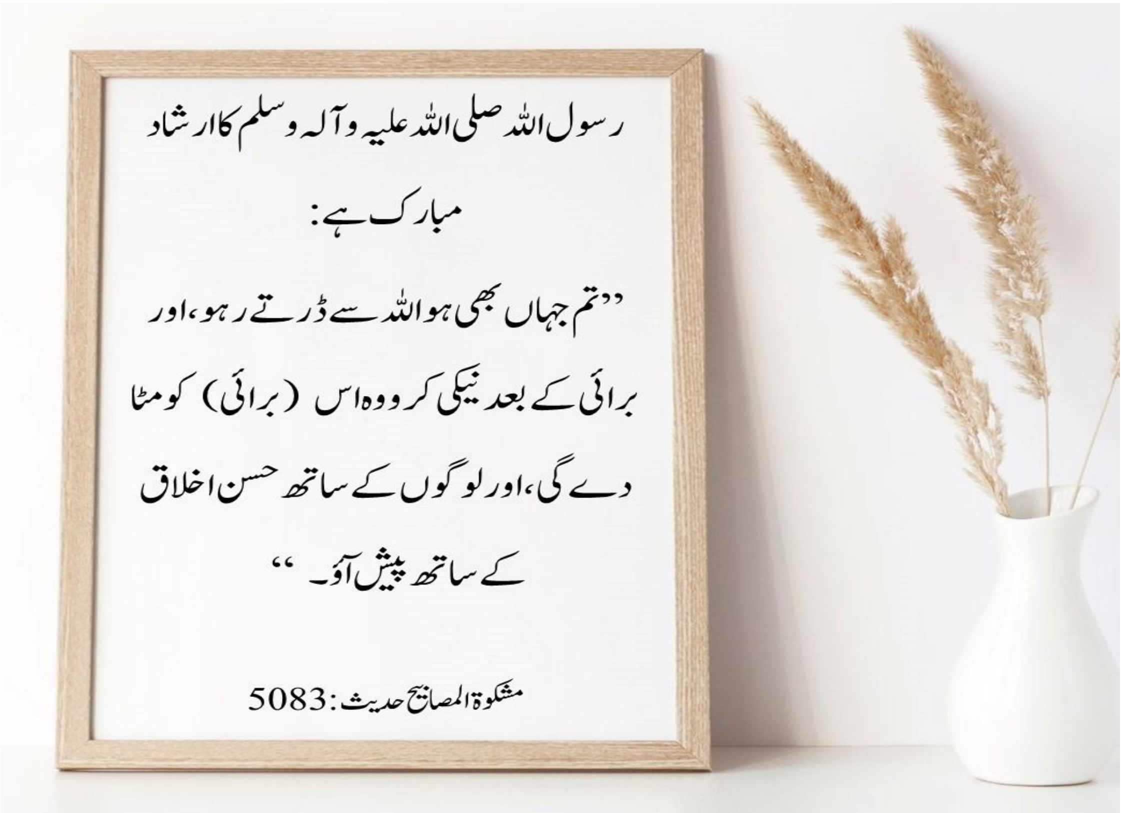
میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں،ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام دوسرے عبداللہ بن عبدالمطلب۔

حضرت عبداللہ پچیس سال کی عمر میں حضور علیہ السلام کی ولادت سے بھی پہلے فوت ہو گئے۔(سیرۃ النبی)(الرحیق المختوم)

والدہ کی طرف سے نسب نامہ

حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرّہ۔

اس سے آگے والد اور والدہ کا نسب نامہ ایک ہو جاتا ہے۔حضرت آمنہ بھی عفیفہ، پارسا، حسنِ صورت، حسنِ سیرت، شرافت کی مالک اور بلند اخلاق تھیں۔ان کی وفات بھی جوانی میں بیس سال کی عمر میں مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے **مقامِ اَبواء** میں ہوئی۔





حمد : بس اک نظرِ کرم کر

ایم راقم نقشبندی

غموں سے چور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے
میں تجھ سے دور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے

شناسائی الٰہی اپنی رحمت کی عطا کر دے
بہت بے نور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے

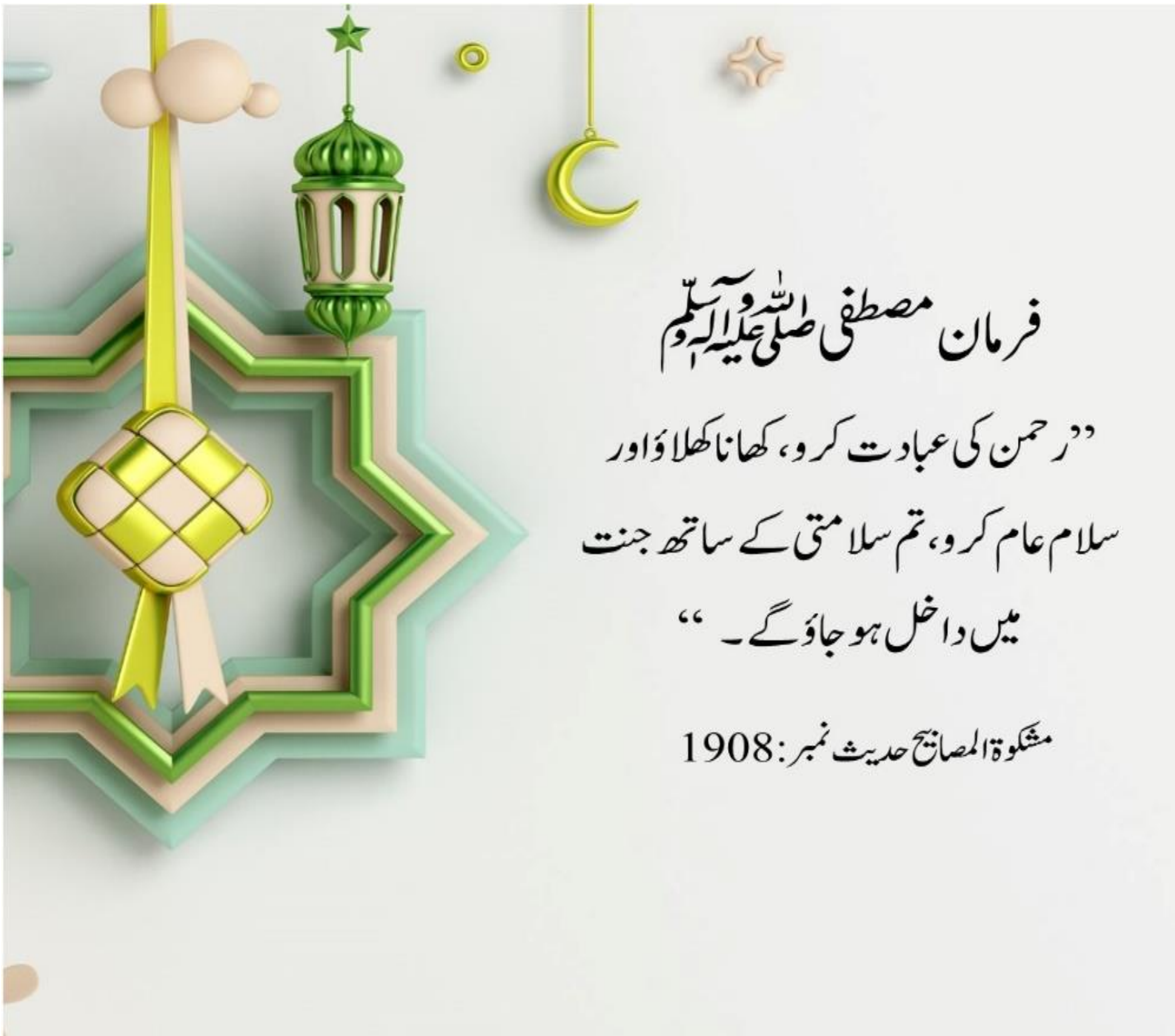
نہیں کچھ پاس میرے بس خطائیں ہی خطائیں ہیں
بڑا مجبور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے

جھکا دے اپنے در پر یا الٰہی دل سے ہے عرضی
ترا مفرور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے

تمنا ہے تری حمد و ثنا کرتا رہوں ہر پل
بڑا معذور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے

تو رحمٰن و رحیم اللہ تو غفّار و کریم اللہ
میں تو مغرور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے

معافی کے طلب گاروں میں ہے راقم شمار اپنا
ترا مزدور ہوں مولا بس اک نظرِ کرم کر دے





میرے سرکارِ دو عالم کی ثنا خوانی ہو
زلفِ انوارِ دو عالم کی ثنا خوانی ہو

بے کسوں کو ہے یتیموں کو سہارا ان کا
کیوں نہ غمخوارِ دو عالم کی ثنا خوانی ہو

جب گئے عرشِ معلّٰی پہ نبی میرے نبی
کیوں نہ دیدارِ دو عالم کی ثنا خوانی ہو

دونوں عالم میرے سرکار کے ہیں زیرِ نگیں
کیوں نہ دستارِ دوعالم کی ثنا خوانی ہو

ہر طرف میرے نبی نے ہے بکھیری خوشبو
کیوں نہ مہکارِ دو عالم کی ثنا خوانی ہو

عمر بھر لکھتا رہوں نعتِ نبی باتِ نبی
کیوں نہ اس پیارِ دو عالم کی ثنا خوانی ہو



محرم اور ہم

مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

محرم الحرام کے شروع ہوتے ہی مسلمان نما یہود، یہود نما ہنود، ہنود نما روافض اور بدعات و خرافات کے دلدادگان کی بڑی تعداد اپنے گھروں میں باجے بجانے لگتی ہے، ڈھولک کی آوازیں سماعتوں سے ٹکرانی شروع ہوجاتی ہیں، ناچ، راگ اور تماشوں کی وہ وہ حالتیں اور کیفیتیں ان دس دنوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

آسمان، زمین، قلم، حضرت آدمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق، اجابت توبہ، رفع حضرت ادریسؑ و عیسیٰؑ، کشتئ نوح کی لنگراندازی، نار ابراہیم کا گلزار ہونا، حضرت یوسفؑ کی رہائی، حضرت یعقوبؑ سے ملاقات، بنی اسرائیل سے نجات، تورات کا نزول، حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت، حضرت ایوبؑ کو شفا، شکم ماہی سے حضرت یونسؑ کی آزادی، قبولیت توبہ، قوم یونس سے عذاب کا ٹلنا، پہلی بارانِ رحمت کا نزول، خاتم المرسلین کا نکاح اولین، نواسۂ رسول جگر گوشۂ فاطمہ بتولؓ حضرت حسینؓ کی کربلا میں دردناک شہادت اور قیام قیامت یہ سب واقعات و کرامات، حالات و کیفیات، اہم واقعات اسی تاریخ میں پیش آئے ہیں اس لئے اس کو صرف سیدنا حسینؓ سے جوڑدینا گویا تاریخ کے گزشتہ تمام تر واقعات سے اغماض اور چشم پوشی کے مرادف ہے۔

خاص طور پر محرم میں نکاح کرنا، مٹھائی کی تقسیم، پانی یا شربت کی سبیلیں، ایصال ثواب کے لیے کھچڑا اور مختلف کھانوں کی تیاریاں، تعطیلات، ماتم کی مجالس اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت یہ سب وہ متعدی لعنتیں ہیں جن میں ہماری کلمہ گو قوم ملوث ہے۔

میں کس منہ سے شیعوں کی مخالفت کروں حال یہ ہے کہ ہمارے ہی گھر میں اِس قسم کی بدعات اور خرافات جنم لے چکی ہیں۔جی ہاں میں بات کر رہاہوں ایک ایسے قصبہ کی جہاں علمائے دین ہیں، حفاظ کرام ہیں، مدارس دینیہ ہیں، مراکز اسلامیہ ہیں ، یہاں شیعوں کی بڑی تعداد آباد ہے، گھلی ملی آبادی ہے، کہیں شیعوں کے محلے ہیں تو ان ہی میں کہیں کہیں سنی مسلمانوں کی رہائش گاہیں بھی ہیں۔

میں نے ۱۹۸۸ سے ۱۹۹۳ تک تقریباً چھ سال اسی قصبہ میں تعلیم حاصل کی ہے، میں اگرچہ کم عمر تھا لیکن تھوڑا بہت ہوشمند بھی تھا، کس طرح وہاں ماتمی جلوس میں کلمہ گو مسلمان شریک ہوتے تھے، کس طرح پورے شہر میں جشن اور چراغاں کی کیفیت رہتی تھی، کس طرح پورے شہر میں ایک عجیب ماحول اور مخمور فضا طاری رہتی تھی اس منظر کو جب بھی میں یاد کرتا ہوں افسوس ہوتا ہے۔

آپ حیرت کریں گے کہ اس قصبہ میں اکثریت کلمہ گو مسلمانوں کی ہے، اہل بدعات تو برائے نام ہیں ان کے سارے کام ہم انجام دیتے ہیں، دس محرم کو محلے محلے سے تعزیئے نکالے جاتے ہیں، ان کو بنانے والے، اٹھا کر چلنے والے، شرکت کرنے والے، کربلا نامی (مقامی) مقام تک پہنچانے والے، تعزیہ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں مسلمانوں کا ہجوم میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے۔

سچ کہوں دس محرم کو اہالیان قصبہ اپنے کلمے کو، اپنے مسلک کو، اپنے اسلاف کی تعلیمات کو، اپنی کتابوں کے دروس اور اسباق کو، ماجد کے منبر سے بلند ہونے والی تقریروں کو، رسائل اور کتابچوں، اخبارات و پوسٹروں میں ممانعت اور سد باب کے مضامین سب چیزوں کو بالائے طاق بلکہ بالائے چھت رکھ کر اس ہجوم میں جس شد و مد کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اس کو دیکھ کر اُس وقت اتنی تکلیف نہیں ہوتی تھی کیونکہ کم سن تھا، ایک تماشا اور کھیل سمجھ کر شاید خوشی ہی ہوتی ہوگی کیونکہ مدرسہ میں تعطیل بھی ہو جاتی تھی۔

آپ خود بتائیں جام بھی ہو، صراحی بھی ہو، سبو بھی ہو، تنہائی بھی ہو، رسم دنیا بھی ہو، موقع بھی ہو، دستور بھی ہو تو ایک کم سن اور کم عمر طالب علم کیا اویس قرنی کا کردار ادا کرے گا ہم بھی تماش بینوں کی حیثیت سے کسی نہ کسی ہجوم کا حصہ بن جاتے تھے، کھانے پینے کا خیال کہاں، تھکاوٹ کا نام و نشان بھی نہیں محسوس ہوتا تھا۔

سونے چاندی کے تعزیئے، زنجیروں سے اپنے آپ کو لہولہان کرنے کے مناظر، جگہ جگہ لگی ہوئی سبیلیں، کوئی شبر وشبیر کو یاد کر کے رورہاہے، کوئی حضرت حسینؓ کے قصے رورو کر بیان کررہاہے، کوئی حضرت حسین کی صاحب زادیوں کی قربانیوں کو یاد کر کے نالہ وبکاسے آسمان کو سرپراٹھائے ہوئے ہے، کوئی کہیں تقریر سے، کوئی کہیں مجلس سے، کوئی کہیں کسی اور ذریعہ سے محبت حسینؓاور قربانئ حسین کی نظمیں پڑھ پڑھ کر روپے بٹوررہاہے۔

کیسے کیسے لوگ ان تعزیوں پر روپوں کی برسات کرتے تھے توبہ توبہ۔ عباوالے، قباوالے، جبہ ودستاروالے سب اس دن بے دست وپا نظر آتے تھے۔ خود ہمارے مدرسہ کے بالکل متصل ایک بڑاامام باڑہ تھا پتہ نہیں اب بھی ہے یا ختم ہوگیاجب کہ اس کے قرب وجوار میں، دورونزدیک شاید ہی کسی شیعہ کا گھر ہو۔

دیکھا جو تعزیہ کو تو پنڈت نے یہ کہا
تو نے میرے مندر کا نقشہ چرا لیا
کاغذ میں جب حسین کو تو نے بلا لیا
پتھر کی مورتی میں خدا کیوں نہ آئے گا؟

خود دیکھ لیجئے ! کہاں نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور کہاں ان کے نام پر ڈھول تماشے، کہاں جگر گوشۂ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے نام پر خرافات، کہاں صاحب زادگان وشہزادگانِ صحابہ اور ان کی یاد میں یہ بدعات ورسومات۔ لاحول ولا قوۃ ولا باللہ

تمام کے تمام صحابہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہدایات پر جانیں قربان کرنے والے تھے وہاں دور دور تک یہ بدعات اور ان کا تصور نہیں تھا، بہت بعد میں کچھ عیاش بادشاہوں، کچھ مفسد ساز شیوں اور کچھ چاپلوس قسم کے لوگوں نے اپنے عیش وطرب کے لئے یہ چیزیں شروع کردی تھیں تاکہ ان کو کچھ مشغلہ مل جائے۔

ہمارے آقانے رونے دھونے، سینہ کوبی کرنے، ماتم اور بکا ہر چیز سے منع فرمادیاہے، جب تین دن سے زیادہ تعزیت کی اجازت نہیں تو یہ چودہ سوسال بعد بھی ہر محرم میں نوحہ وبکا کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے۔

دوسرے پہلو سے دیکھئے یہ دولت جو اس دن تعزیوں اور دیگر خرافات میں خرچ کردی جاتی ہے اسی رقم سے آپ جوان یتیم وبے سہارا غریب بچیوں کے نکاح کرسکتے تھے، تعلیمی اور رفاہی ادارے کھول سکتے تھے، زچہ بچہ کے ہوسپٹل کھول سکتے تھے

تاکہ ہماری بہنیں غیروں کے سامنے برہنہ اور رسوانہ ہوں لیکن کچھ نہیں بس ایک لکیر ملی ہوئی ہے بالکل کفار ومشرکین کی طرح کہ جو کام ہمارے باپ داداؤں نے کام کئے ہیں ہم ان ہی پر چلیں گے۔

قَالُواْ بَلْ وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ۔

نبی کی نہیں مانیں گے،صحابہ کونہیں مانیں گے، خلفائے اربعہ کونہیں مانیں گے، بلکہ بہت سے صحابہ کو(نعوذ باللہ)گالیاں دیں گے، ان کی کردارکشی کریں گے ،کتابوں اور شریعت کو نہیں مانیں گے۔ مانیں گے توصرف شیطان کواس کے حکموں کو،اس کی ایجاد کردہ رسوم اور بدعات کو۔

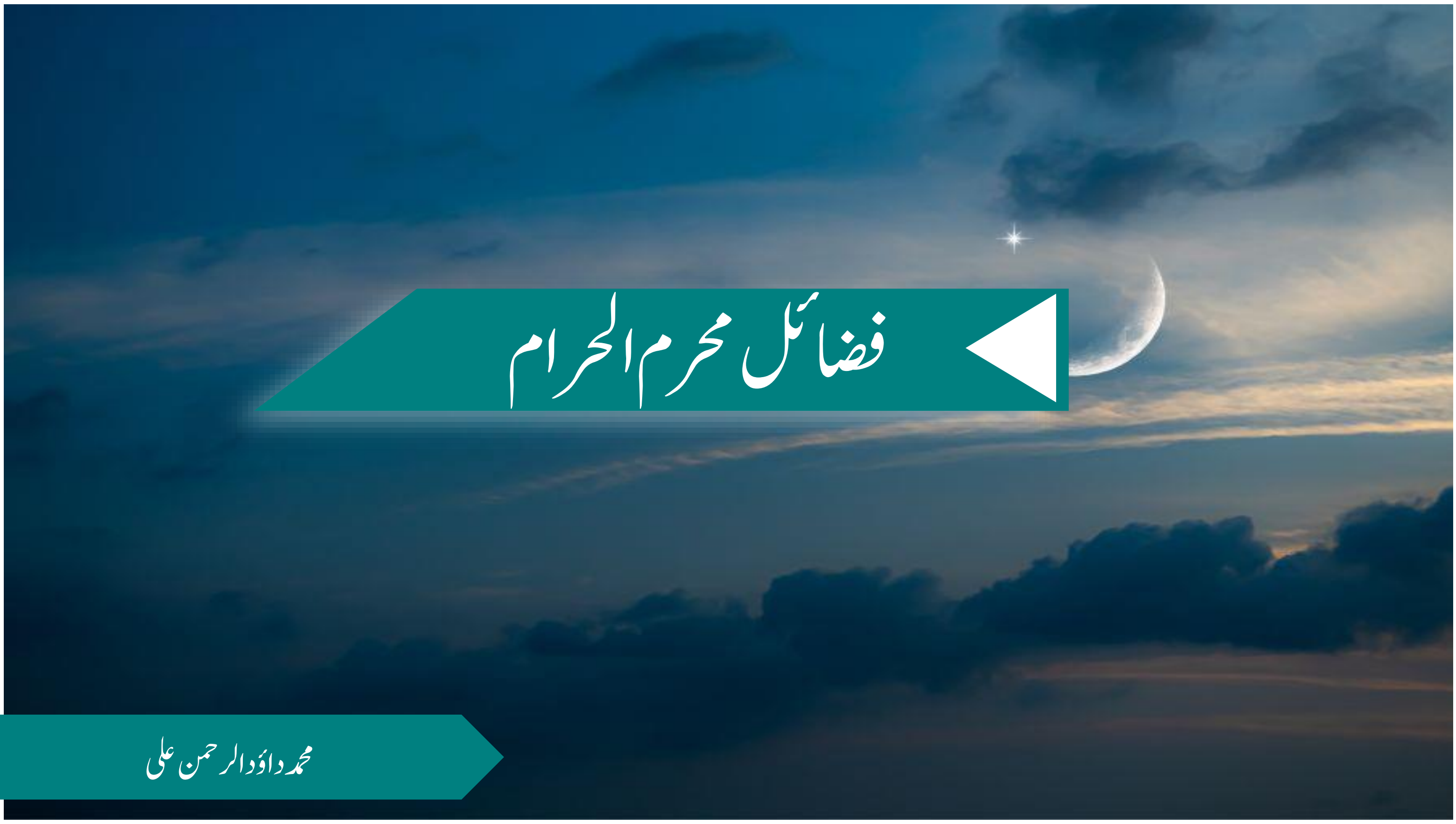
استغفر الله ربی من کل ذنب۔

پھر گیارہ محرم کو یہی طبقہ نہایت عجز وانکساری کے ساتھ آپ کے پہلو میں آپ کے ساتھ آپ کی مسجد میں نماز ایسے پڑھ رہا ہوتا ہے کہ اگر فرشتے ان کی تردامنی کو دیکھ لیں توان کے دامن سے ہی وضو کرنے پر فخر کریں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں۔

کفر کو، کفریہ باتوں کو، بدعات کو، بدعات کے قرب کو، خرافات کو، خرافاتی افراد کو تین طلاق دیدیجئے، جس کسی نے کسی بھی قوم کی بھی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں شمار ہوگا اور دنیا میں اگر اسلام کے دشمن سے دوستانہ اور یارانہ گانٹھا ہے تو یقین کریں کہ قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔

اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہے،آپ بھی روزہ رکھیں،اس سے پہلے یا بعد ایک دن مزید روزہ رکھنے کا حکم شریعت میں ہے اس لئے ضم روزہ بھی کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وعیال کے لئے کھانے پینے کے معاملہ میں وسعت کا امر فرمایا ہے اس کی بھی تعمیل کریں باقی جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہیں ان سے احتراز واحتیاط کریں۔

وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار۔



فضائل محرم الحرام

محمد داؤد الرحمن علی

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ محرم الحرام کا مہینہ قابلِ احترام اور عظمت والا مہینہ ہے۔

محرم کی وجہ تسمیہ:

اس مہینے کو عربی میں **"المُحرّم"** کہا جاتا ہے، محرم کا لفظ حرمت سے نکلا ہے، حرمت کے لفظی معنی "عظمت واحترام" کے ہیں۔ عرب اس مہینے میں جنگ وجدال کو حرام سمجھتے تھے، اس لیے اس مہینے کا نام "محرم" رکھا گیا ہے۔(المطلع علی أُلفاظ المقنع: ص: 191، ط: مكتبة السوادي)

حرم کو محرم اس کی عظمت اور حرمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ **"اشھر حرم"** میں سے ہے، لیکن علامہ سخاوی رحمہ اللہ کے بقول زمانہ جاہلیت میں عرب اس مہینے کے ساتھ کھلواڑ کرتے تھے، کبھی لڑائی کے لیے حرام کر لیتے تھے اور کبھی حلال کر لیتے، اس لیے اس مہینے میں لڑائی کے حرام ہونے کی تاکید کے لیے اس کو "محرّم" کہا گیا ہے۔(تفسیر ابن کثیر: 4/146، ط: دار طیبة)

فضائلِ محرم:

اسلام سے قبل بھی یہ مہینہ قابل احترام تھا۔اسلام کا سورج طلوع ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی تاریخ کا مسئلہ زیر بحث آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کے اتفاق رائے سے "محرم" کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔(المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام للدکتور جواد علي: 16/121،ط: دار الساقي)

بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی سن ہجری کا آغاز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، لیکن سرکاری مرسلات میں اس کا باقاعدگی سے اندراج حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔(ذکر مبدأ التاریخ الھجري)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔(کذا فی الشماریخ في علم التاریخ للسیوطي: ص: 11-12،ط: مکتبة الآداب)

محرم چار عظمت والے مہینوں میں سے ایک ہے:

محرم کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالی نے **"اشھُر حُرُم "** یعنی حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔

سورۃ توبہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے۔جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے، جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔(التوبۃ، آیت نمبر:36)

محرم کا مہینہ اشھر حرم میں افضل مہینہ:

حسن بصری اور متاخرین علماء کے نزدیک محرم کا مہینہ حرمت والے مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں سے سب سے افضل مہینہ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اسلامی سال کی ابتداء بھی **"اشھر حرم "** سے کی اور اختتام بھی **"اشھر حرم "** پر کیا، سال بھر کے مہینوں میں رمضان کے بعد اللہ تعالی کے نزدیک افضل ترین مہینہ محرم ہی کا ہے، اس کی

شدت حرمت کی وجہ سے "اس کو "**شهر الله الاصم**" (اللہ تعالی کا بہرا مہینہ) کہا گیا ہے۔(لطائف المعارف لابن رجب: (ص:78،ط:دار ابن کثیر، بیروت)

ماہ محرم میں عبادت کی فضیلت اور برے اعمال اور گناہ کی شدت:

امام ابو بکر جصاص نے لکھا ہے:

"ان بابرکت مہینوں میں جو شخص عبادت کرتا ہے، اس کو دوسرے مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے گا، تو اس کے لیے سال کے باقی مہینے بھی گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے"۔(احکام القرآن:4/308،ط:دار إحیاء التراث العربي)

دس محرم کی فضیلت:

یوم عاشوراء زمانۂ جاہلیت میں قریشِ مکہ کے نزدیک بڑا محترم دن تھا، اسی دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس دن کی متعدد فضیلتیں وارد ہیں۔

ضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَتَحَرّیٰ صيامَ يومٍ فضَّلَه على غيرِه الّا هذا اليومَ يومَ عاشوراءَ وهذا الشهرَ يعني شهرَ رَمَضَان (بخاری شریف ١/٢٦٨، مسلم شریف ١/٣٦١،٣٦٠)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یومِ عاشوراء کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے طرزِ عمل سے یہی سمجھا کہ نفل روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یومِ عاشورہ کے روزہ کا کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے نفلی روزہ کا نہیں کرتے تھے۔

دس محرم کا روزہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا، تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر موسیٰ علیہ السلام کی (خوشی میں شریک ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔ (بخاری ۱/۴۸۱)

عن أبي قتادة رضی الله عنه قال قال رسولُ الله صلی الله عليه وسلم: إنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أنْ يُكَفِّر السنةَ التي قَبْلَه. (مسلم شریف ۱,۳۶۷، ابن ماجه ۱۲۵)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عاشوراء کے دن کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ کی ایک روایت میں ''السنۃ التی بعدھا'' کے الفاظ ہیں) کذا فی الترغیب ۲/۱۱۵)

یوم عاشورہ کے روزہ کا حکم:

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھے، تو مستحب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور بھی رکھے، چاہے نو محرم کا روزہ ہو یا گیارہ کا۔ (بدائع الصنائع: 2/79، ط: دار الكتب العلمية، بيروت) وكذا في رد المحتار: (2/375، ط: دار الفكر، بیروت)

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن کو افضل جان کر روزہ رکھا ہو، سوائے عاشورہ کے، اور نہ ہی کسی مہینے کا سوائے رمضان کے۔ یعنی دنوں میں عاشورہ اور مہینوں میں رمضان کو افضل مانتے تھے۔ (لطائف المعارف لابن رجب: ط: دار ابن كثير وكذا في فيض القدير للمناوي: 4/215، ط: المكتبة التجارية الكبرى، مصر)

روزہ کی تین شکلیں:

محدث العصر حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عاشوراء کے روزہ کی تین شکلیں ہیں:

1) نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں کا روزہ رکھا جائے۔
2) نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں کا روزہ رکھا جائے۔
3) صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے، اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہے، تو حضرت شاہ انور شاہ کشمیری صاحب نے فرمایا کہ تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے، اسی کو فقہاء نے کراہت سے تعبیر کر دیا ہے، ورنہ جس روزے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہو اور آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کی صرف تمنا کی ہو، اس کو کیسے مکروہ کہا جاسکتا ہے۔ (معارف السنن لمحدث العصر یوسف البنوري: 5/437، ط: مجلس الدعوة والتحقیق الإسلامی)

یوم عاشورہ کو اپنے گھر والوں پر فراخی:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے کے سلسلے میں فراخی اور وسعت کرے گا تو اللہ تعالی پورے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔ (شعب الإیمان: 5/333، ط: مکتبة الرشد، ریاض)

اہم وضاحت:

واضح رہے کہ عاشورہ کے دن وسعت والی راویت پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم (حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے مرفوعا اور حضرت عمر سے موقوفا، اور ایک تابعی کی روایت سے مرسلا منقول ہے۔ اور یہ روایات شعب الایمان للبیھقی، (شعب الایمان للبیھقي: 5/331 إلی 334، ط: مکتبة الرشد) اور الاستذکار لابن عبد البر (الاستذکار لابن عبد البر: 3/331، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت) اور التوسعة علی العیال لأبي زرعة (التوسعة علی العیال لأبي زرعة، لأبي الفضل زین الدین العراقي: ص: 16، ط: مخطوط نُشر في برنامج جوامع الکلم المجاني التابع لموقع الشبکة الإسلامیة) میں وارد ہیں۔

بعض علمائے حدیث نے اس حدیث کی تمام اسانید وطرق پر جرح کرتے ہوئے اسے باطل یا موضوع (من گھڑت) کہا ہے، لیکن جمہور محدثین کرام نے اس کو معتبر مانا ہے اور اسے قابل عمل قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام بیہقی شعب الایمان میں تمام احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ تمام روایات اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن چوں کہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، اس لیے مجموعی اعتبار سے ان میں قوت آجاتی ہے۔ (شعب الایمان للبيهقي: (5/333، ط: مکتبۃ الرشد)

علامہ ابوالفضل عراقی، علامہ سخاوی، علامہ سیوطی، علامہ ابن العراق کنانی، علامہ طاہر پٹنی، ملا علی قاری، امام عجلونی اور علامہ عبد الحیٔ لکھنوی رحمہم اللہ نے اس حدیث کو معتبر اور قابل عمل قرار دیا ہے۔ (المقاصد الحسنة للسخاوي: 1/675، ط: دار الكتاب العربي۔ جامع الأحاديث للسيوطي: 61/494۔ الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لابن عراق الكناني: 2/157، ط: دار الكتب العلمية۔ تذكرة الموضوعات لطاهر الفَتَّنِي: ص: 117، ط: إدارة الطباعة المنيرية۔ الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرىٰ: ص: 361، ط: دار الأمانة۔ كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلوني: 2/341، ط: المكتبة العصرية۔ الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة لعبد الحي اللكنوي: ص: 100، ط: مكتبة الشرق الجديد)

محدثین کرام کے علاوہ چاروں فقہائے کرام کے مسلک کی کتب سے بھی عاشورہ کے دن اہل وعیال پر وسعت کا ثبوت ملتا ہے۔ (رد المحتار: 6/430، ط: دار الفكر، بيروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور امام یحیی بن سعید اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ہم نے اس حدیث کا عملی تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا۔ (الاستذكار لابن عبد البر: 3/331، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں "ہم نے پچاس، ساٹھ سال اس حدیث کا عملی تجربہ کیا، تو اسے صحیح پایا۔ (فيض القدير المناوي: 2/235، ط: المكتبة التجارية الكبرىٰ)

ابراہیم بن منتشر کہتے ہیں کہ ہم نے ساٹھ سال اس حدیث کا عملی تجربہ کیا، تو اسے صحیح پایا۔ (التوسعة على العيال لأبي زرعة، لأبي الفضل زين الدين العراقي: ص: 2، ط: مخطوط نُشر في برنامج جوامع الكلم المجاني التابع لموقع الشبكة الإسلامية)

کیا محرم کی فضیلت شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے؟

بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ماہِ محرم یا دس محرم کو فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، یہ بات کئی وجوہات کی بناء پر سراسر باطل اور غلط ہے۔

محرم کا مہینہ ان چار حرمت والے مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالی نے آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت ہی سے فضیلت بخشی، جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت میں ذکر ہے، اور اسی طرح تفصیل سے احادیث مبارکہ ذکر ہو چکی کہ یہود و نصاریٰ اور قریش مکہ بھی اس دن کو عظمت اور احترام والا سمجھتے تھے، اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کی فضیلت بھی بیان فرمائی، اور اس دن روزہ رکھنے کو اجر کا باعث قرار دیا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ بہت بعد میں سن 61 ہجری میں پیش آیا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ محرم اور عاشورہ کو فضیلت شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہو، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے مقبول بندے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لیے اس محترم و معظم دن کا انتخاب فرمایا، لہذا ماہِ محرم یا عاشورہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی، بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن شہید ہونے کی وجہ سے اور زیادہ فضیلت حاصل ہوئی۔(الغنیۃ للشیخ عبدالقادر الجیلاني: 2/93،ط: دار الکتب العلمیۃ)

محرم میں شادی کا حکم:

فتاوی رحیمیہ میں ہے کہ ماہ مبارک محرم میں شادی وغیرہ کرنا نامبارک اور ناجائز سمجھنا سخت گناہ اور اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اسلام نے جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا ہو، اعتقاداً یا عملاً ان کو ناجائز اور حرام سمجھنے میں ایمان کا خطرہ ہے۔(فتاویٰ رحیمیۃ:2/115،ط:دار الاشاعت)

فتاوی حقانیہ میں لکھا ہے کہ: محرم الحرام بھی سال کے دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے، جس طرح سال کے دوسرے مہینوں میں شادی بیاہ کرنا جائز ہے، اسی طرح محرم میں بھی جائز ہے، کسی بھی دلیلِ شرعی سے حرمت و ممانعت ثابت نہیں۔ روافض اور شیعوں نے اس قبیح اور بے بنیاد مسئلہ کو لوگوں میں رائج کر رکھا ہے، مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اس بدعت کو ترک کر دیں۔(فتاویٰ حقانیۃ:2/100،دار العلوم حقانیۃ اکوڑہ خٹک)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: شریعت میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں شادی سے منع کیا گیا ہو۔(آپ کے مسائل اوران کا حل: 2/529،ط: لدھیانوي)

ماتم اور نوحہ کرنے کا حکم:

صحیح مسلم میں روایت ہے: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

دو چیزیں ایسی ہیں جو کفر ہیں: ایک تو نسب میں طعنہ دینا، اور دوسرا میت پر نوحہ کرنا۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 227)

بخاری شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا:

وہ ہم میں سے نہیں جو (مصیبت کے وقت) چہرے کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور جاہلیت جیسا واویلا اور نوحہ کرے۔(صحیح البخاري: رقم الحدیث: 1294)

عشرۂ محرم میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلسوں میں، اسی طرح دسویں تاریخ کو تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لیے جمع ہو جاتی ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے؛ حالانکہ اس کے اندر کئی گناہ ہیں:

1) ایک گناہ تو اس میں یہ ہے کہ ان مجالس اور جلوس میں شرکت کرنے سے دشمنانِ صحابہ کی رونق بڑھتی ہے؛ جبکہ دشمنوں کی رونق بڑھانا حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (کنزالعمال ۹/۳۶)

یعنی جس نے کسی قوم کی رونق بڑھائی وہ انھیں میں سے ہے۔

2) دوسرا گناہ اس میں یہ ہے کہ جس طرح عبادت کا کرنا اور دیکھنا اور اس سے خوش ہونا باعثِ اجر و ثواب ہے، اسی طرح گناہوں کے کاموں کو بخوشی دیکھنا بھی گناہ ہے، ظاہر ہے کہ ماتم کی مجلس میں جانا اور تعزیہ نکالنا یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

3) تیسرا گناہ یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالی کی نافرمانی ہوتی ہے، وہاں اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور ایسی غضب والی جگہ پر جانا بھی گناہ سے خالی نہیں، غرض کہ ان مجلسوں اور جلوسوں سے بھی احتراز کرنا لازم ہے۔(مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/۳۹۳، خیر الفتاویٰ ۱/۳۳۶)

دسویں محرم کو کھچڑا پکانا:

بعض لوگ محرم کی دسویں تاریخ کو کھچڑا پکاتے ہیں، یہ بالکل ناجائز اور سخت گناہ ہے، البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں خوارج دسویں محرم کو مختلف اناج ملا کر پکاتے تھے۔ "فَكَانُوْا اِلٰى يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَطْبَخُوْنَ الْحُبُوْبَ" (البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۲، ۵۹۹ بیروتی) معلوم ہوا کہ اس دن کھچڑا پکانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے دشمنی رکھنے والوں کی ایجاد کردہ رسم ہے، اہل بیت سے الفت و محبت رکھنے والوں کو اس رسم بعد سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۸، خیر الفتاویٰ ۱/۵۵۸، بحوالہ جامع الفتاویٰ ۲۰/۵۸۸)

پانی یا شربت کی سبیل لگانا:

بعض لوگ محرم کی دسویں تاریخ کو پانی کی یا شربت کی سبیل لگاتے ہیں اور راستوں و چوراہوں پر بیٹھ کر گزرنے والے کو وہ پانی یا شربت پلاتے ہیں تو اگرچہ پانی پلانا باعثِ ثواب اور نیکی کا کام ہے؛ لیکن یہ عمل بھی مندرجہ بالا پابندیوں کی وجہ سے بدعت اور قابلِ ترک ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۹، خیر الفتاویٰ ۱/۵۶۹، بحوالہ جامع الفتاویٰ ۲/۵۸۸)

محرم کے مہینے میں خصوصاً نویں، دسویں، گیارہویں تاریخ کو ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا:

ماہ محرم خصوصاً نویں، دسویں، گیارہویں تاریخ میں بعض لوگ کھانا پکا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، یہ طریقہ بھی بالکل غلط ہے، اور اس مروجہ طریقے میں کئی قباحتیں ہیں:

1) جن ارواح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے، اگر ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا گیا اور ان کے نام سے وہ کھانا پکایا گیا تو یہ شرک ہے، اور ایسا کھانا "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

2) عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقہ میں دی جاتی ہے، میت کو بعینہ وہی ملتی ہے؛ حالانکہ یہ خیال بالکل باطل ہے، میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی؛ بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔

3) ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے قیود لگائی گئی ہیں، مثلاً صدقہ کی متعین صورت یعنی کھانا، مہینہ متعین، دن متعین، حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی ہے، جو چیز چاہیں جب چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں، شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا گناہ اور بدعت، بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے۔ (مستفاد از احسن الفتاوی، ج:۲، ص:۳۹۲، ط: ایچ، ایم، سعید)



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مولانا محمد اکرم عثمانی صاحب

مرادِ رسول، خسرِ رسول، دامادِ بتول، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی اسلامی تاریخ میں ایک درخشندہ اور تابندہ باب ہے۔ آپؓ ایمان وایقان، علم وعمل، شرافت، بزرگی، اخلاص وللہیت، عدل وانصاف، دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی اعلیٰ مثال ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شمار ان رہبروں میں ہوتا ہے جو لوگوں کیلئے زندگی کے اصول وضع کرتے ہیں اور پھر لوگ اپنی زندگیوں میں ان کے اقوال وافعال سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

تاریخِ عالم نے ہزاروں جرنیل پیدا کیے، لیکن دنیا جہاں کے فاتحین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے طفلِ مکتب لگتے ہیں اور دنیا کے اہلِ انصاف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدل پروری کو دیکھ کر جی کھول کر اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی۔

نام ونسب:

آپ کا نام عمر بن خطاب، لقب فاروق اعظم جبکہ کنیت ابو حفص ہے۔ لقب اور کنیت دونوں نبی کریم ﷺ کے عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم ﷺ سے جاملتا ہے۔

حلیہ مبارک:

آپ رضی اللہ عنہ کی رنگت سرخی مائل سفید، شکل و صورت کے لحاظ سے آپ خوبرو اور بارعب، دراز قد، داڑھی مبارک قدرتی طور پر ہلکی جبکہ مونچھیں قدرے گھنی تھیں۔ جسمانی طور پر آپ رضی اللہ عنہ طاقتور پہلوان، چاق وچوبند، مستعد اور انتہائی باہمت انسان تھے۔

مرادِ رسول ﷺ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو غلبہ دینے کی دعا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا یوں فرمائی:

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ

اے اللہ! ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو آپ کو زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ محبوب تھے۔(ترمذی: ۳۶۸۳، ۳۶۸۱ باسناد حسن)

یہی وجہ ہے کہ آپ کو مرادِ رسول ﷺ بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ کے قبولِ اسلام پر آنحضرت ﷺ نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔(اسد الغابہ وابن عساکر و کامل ابن اثیر)

آسمان پر خوشیاں:

مفسرِ قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لما أسلم أتاني جبرائيل، فقال: استبشر أهل السماء بإسلام عمر رضي الله عنه

یعنی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جبرئیل؈ میرے پاس آئے اور کہا کہ: آسمان والے عمرؓ کے قبولِ اسلام پر خوشیاں منا رہے ہیں۔“(مستدرک للحاکم وطبقات ابن سعد)

چالیس مسلمان:

حضرت عمر فاروقؓ نے چھبیس(26)سال کی عمر میں نبوت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت اُنتالیس (39) خواتین وحضرات رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے، اُن کے مسلمان ہونے سے یہ تعداد چالیس ہو گئی۔

علانیہ اسلام کی دعوت:

حضرت صہیب بن سنانؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو اسلام ظاہر ہو گیا، انہوں نے علانیہ طور پر اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں جب سے عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو ہم طاقتور اور مضبوط ہوتے گئے۔(الطبقات الکُبریٰ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے کلمات:

فقیہ الامت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

عمرؓ کا اسلام قبول کرنا ہماری کھلی فتح تھی، اور عمرؓ کا ہجرت کرنا ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرتِ خاص تھی، اور آپؓ کی خلافت تو ہمارے لیے سراپا رحمت تھی، میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہم بیت اللہ کے قریب بھی نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپؓ نے کفار سے مقابلہ کیا، یہاں تک کہ وہ ہمیں نماز پڑھنے دینے لگے۔(طبقات ابن سعد)

فضائل حضرت عمر فاروقؓ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"اے ابن خطاب! اس ذات پاک کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جس راستے پہ آپ کو چلتا ہوا شیطان پالیتا ہے وہ اس راستہ سے ہٹ جاتا ہے، وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔(صحیح بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ

بے شک اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو رکھ دیا ہے۔"(ترمذی:۳۶۸۲ وغیرہ باسناد صحیح لغیرہ)

رسول مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"تم سے پہلے جو اُمم گزری ہیں ان میں محدَث ہوا کرتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدَث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔"

اسی حدیث مبارکہ میں لفظ"محدَث"کی تشریح میں صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"المُحَدَّث المُلْهَم وهو من ألقي في روعه شيء من قبل الملاء الأعلىٰ ومن يجري الصواب علىٰ لسانه بغير قصد۔"

یعنی"محدث وہ ہے جس کی طرف اللہ کی طرف سے الہام کیا جائے، ملاءِ اعلیٰ سے اس کے دل میں القاء کیا جائے اور بغیر کسی ارادہ و قصد کے جس کی زبان پر حق جاری کر دیا جائے۔"یعنی اس کی زبان سے حق بات ہی نکلے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ:

"ایک دفعہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے، ہمراہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ بھی تھے، اُحد کا پہاڑ لرزنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اُحد پر مارتے ہوئے فرمایا:"اے اُحد! ٹھہر جا، تجھ پر اس وقت نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں۔"

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

اللّٰهم ارزقني شهادة في سبيلك وموتاً في بلد حبيبك

"اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت دینا اور موت آئے تو تیرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر میں آئے۔"

حملہ:

ایک روز آپ رضی اللہ عنہ اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت ایک درّہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والے کو اپنے درّہ سے جگاتے تھے، مسجد میں پہنچ کر نمازیوں کی صفیں درست کرنے کا حکم دیتے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔

اس روز بھی آپؓ نے ایسا ہی کیا، نماز ویسے ہی آپؓ نے شروع کی تھی، صرف تکبیر تحریمہ کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر ابولؤلؤ (فیروز) جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، ایک زہر آلود خنجر لیے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا، اس نے آپؓ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس خنجر سے لگائے، آپؓ بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بجائے آپؓ کی امامت کے مختصر نماز پڑھ کر سلام پھیرا۔

ابولؤلؤ نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے، مگر نمازیوں کی صفیں مثل دیوار کے حائل تھیں، اس سے نکل جانا آسان نہ تھا، اس نے اور صحابیوںؓ کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا، تیرہ صحابی زخمی، جن میں سے سات جاں بر نہ ہو سکے۔

اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابولؤلؤ پکڑ لیا گیا، جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی خنجر سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ (خلفائے راشدینؓ، از لکھنویؒ)

شہادت:

آپ کی دعائے شہادت کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں بلکہ مُصلائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آپ کو ۲۷ ذوالحجہ بروز چہار شنبہ (بدھ) زخمی کیا گیا اور یکم محرم بروز یک شنبہ (اتوار) آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبویؐ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپؓ کی قبر بنائی گئی۔



قرآن اور سیدنا عثمانؓ

مولانا مفتی محمد شمس الرحمن عثمان صاحب

قاریِ قرآن، جامعِ قرآن، ناشرِ قرآن، شہیدِ قرآن ذوالنورین، ذوالہجرتین، ذوالشہادتین، ذوالبشارتین جنابِ سیدنا عثمانؓ بن عفان ایسی شخصیت ہیں جنھوں مکمل قرآن کریم کی تعلیم رسالت مآب ﷺ سے حاصل کی۔ آپؓ قرآن کے حافظ تھے، آپؓ کی گود قرآن سے خالی نہیں رہتی تھی، اسی سلسلہ میں آپؓ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ بابرکت کتاب ہے اور بابرکت ذات کی طرف سے آئی ہے۔

آپؓ کا قرآن مجید سے تعلق اس قدر مضبوط تھا کہ فرمایا کرتے کہ اگر ہمارے دل ناپاک ہوں تو اللہ تعالی کے کلام سے آسودہ نہیں ہو سکتے اور یقیناً میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی یوں ہی دن گزر جائے اور میں قرآن کریم کو نہ دیکھوں۔

آپؓ قرآن کے حافظ تھے، آپؓ کی گود قرآن سے خالی نہیں رہتی تھی، اسی سلسلہ میں آپؓ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ بابرکت کتاب ہے اور بابرکت ذات کی طرف سے آئی ہے۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کو ناشر قرآن بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ کے ہی زمانے میں جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ مکمل ہوا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اپنے مضمون لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجاہدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی، یہ بات ذہن میں رہے کہ

قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا، اور مختلف صحابہ کرام نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا، اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا، جس کے مطابق خود اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے، چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی وہ سیدھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اور جا کر عرض کیا کہ امیر المؤمنین قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود و نصاری کی طرح اختلافات کا شکار ہو آپ اس کا علاج کیجئے، حضرت عثمان نے پوچھا بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہ نے جواب میں کہا کہ میں آرمینیہ کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھا، وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ ابی بن کعب کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی، اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سُنی ہوتی، اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

حضرت عثمان خود بھی اس خطرے کا احساس پہلے ہی کر چکے تھے، انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں، کہ قرآن کریم کے ایک معلم نے اپنے شاگردوں کو ایک قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا اور دوسرے معلم نے دوسری قراءت کے مطابق، اس طرح مختلف اساتذہ کے شاگرد جب باہم ملتے تو ان میں اختلاف ہوتا، اور بعض مرتبہ یہی اختلاف اساتذہ تک پہنچ جاتا اور وہ بھی ایک دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دیتے۔

جب حضرت حذیفہ بن یمان نے بھی اس خطرے کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عثمان نے جلیل القدر صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے سے اس قسم کی باتیں کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے، اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے، لہذا آپ لوگوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟''

صحابہ نے خود حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟'' حضرت عثمان نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں، تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق پیش نہ آئے'' صحابہ نے اس رائے کو پسند کر کے حضرت عثمان کی تائید فرمائی، چنانچہ حضرت عثمان نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ مدینہ طیبہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو،

اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے لہذا تمام لوگ مل کر قرآن کریم کا ایسا نسخہ تیار کریں جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو۔''

اس غرض کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس (حضرت ابو بکر کے زمانے کے) جو صحیفے موجود ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے، ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے، حضرت حفصہ لے وہ صحیفے حضرت عثمان کے پاس بھیج دئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ کی ایک جماعت بنائی، جو حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام پر مشتمل تھی۔

اس جماعت کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ وہ حضرت ابو بکر کے صحیفوں سے نقل کر کے کئی ایسے مصاحف تیار کرے جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں، ان چار صحابہ میں سے حضرت زید انصاری تھے، اور باقی تینوں حضرات قریشی تھے، اس لئے حضرت عثمان نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارا اور زید کا قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو (یعنی اس میں اختلاف ہو کہ کونسا لفظ کس طرح لکھا جائے؟) تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا، اس لئے کہ قرآن کریم انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔''

بنیادی طور پر یہ کام مذکورہ چار حضرات ہی کے سپرد کیا گیا تھا لیکن پھر دوسرے صحابہ کو بھی ان کی مدد کے لئے ساتھ لگا دیا گیا، یہاں تک کہ ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی، جن میں حضرت ابی بن کعب، حضرت کثیر بن افلح، حضرت مالک بن ابی عامر، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عباس بھی شامل تھے۔

(یہ تفصیل فتح الباری ص ۱۳ تا ۱۵ ج ۹ سے ماخوذ ہے)



جب بادِ صبا چلتی ہے

محمد شعیب نواز

سیدنا عمر بن الخطاب کو اپنے بھائی زید بن الخطابؓ سے شدید محبت تھی زید نے عمر سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور دورِ صدیقی میں معرکہ یمامہ میں شہید ہوئے عمر کو جب شہادت کی خبر پہنچی تو بے ساختہ فرمایا اللہ میرے بھائی پر رحم فرمائے دونوں سعادتوں میں مجھ سے آگے نکل گیا اسلام قبول کرنے میں بھی اور جامِ شہادت نوش کرنے میں بھی۔ ایک موقع پر متمم بن نویرہؓ سے کہنے لگے اگر مجھے شعر کہنے میں مہارت ہوتی تو میں اپنے بھائی کا اسی طرح مرثیہ کہتا جیسے تم نے اپنے بھائی کا کہا ہے متمم کے بھائی مالک بن نویرہ کو خالد بن ولیدؓ نے غلط فہمی کی بنا پر قتل کر دیا تھا جس پر متمم نے اپنا معروف اور درد انگیز مرثیہ القصیدۃ العینیۃ کہا تھا جسے اُم المراثي بھی کہا جاتا ہے متمم نے عمر کی خواہش سنی تو جواب دیا اگر میرا بھائی اس راستے میں جان دیتا جس میں آپ کے بھائی نے جان دی ہے تو میں کبھی غمگیں نہ ہوتا عمر فرمانے لگے ہاااہ! بھلا اس سے بہتر تعزیت بھی کوئی ہو سکتی ہے۔

غزوہ احد کے موقع پر عمر کے پاس ایک زرہ تھی آپ نے زید کو زرہ کے بغیر دیکھا تو بھائی کی محبت غالب آگئی اور زرہ زید کو دینا چاہی زید کہنے لگے بھائی جس شہادت کی تمنا آپ کو ہے مجھے بھی ہے پھر دونوں نے ہی وہ زرہ چھوڑ دی اور میدان میں نکل گئے زید کی شہادت کے بعد عمر فرمایا کرتے تھے جب بھی بادِ صبا چلتی ہے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے۔ (الاستیعاب لابن عبد البر: ۳/۷۷)



کفریہ الفاظ

سمیع اللہ حضروی

کامل ایمان اور اعمال صالحہ ہی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے، وہی بہترین لوگ ہیں۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور ہر طریقے اسے گم راہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ آج کے اس پر فتن دور میں ہماری زندگی بڑی بے اعتدالیوں کا شکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بلا سوچے سمجھے اپنی زبان سے ایسے الفاظ ادا کر جاتے جن سے ہمارا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اور بعض الفاظ تو ہمیں دائرہ ایمان سے بھی خارج کر دیتے ہیں۔ آج ایسے ہی کفریہ الفاظ کی نشان دہی کی جاتی ہے جو ہمارے ایمان کے خاتمے کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسے کفریہ الفاظ اور حرکات سے محفوظ رکھے۔ آمین

ایک شخص کہتا ہے کہ "یہاں اللہ کا حکم نہیں چلتا"۔ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ کوئی یہ کہ دے کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی محبوب ہو" تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کو ثابت کرنا کفر ہے۔ عام سننے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا ہے تو علماء کے نزدیک یہ کفر ہے۔ کیوں کہ اس جملے میں لفظ "اوپر" میں اللہ تعالیٰ کے لیے مکان مخصوص کیا گیا ہے اگر تخصیص مراد نہیں تو کافر نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ صحائف و کتب میں بھی کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ "آسمان پر اللہ اور زمین پر فلاں شخص میرا حامی اور مددگار ہے" تو یہ کفر ہو گا۔ اگر کسی کو جھوٹ بولنے سے منع کیا جائے اور وہ یہ جواب دے کہ "جھوٹ کس لیے ہے کہنے ہی کے لیے ہے" تو وہ کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ دین اسلام میں جھوٹ حرام ہے اور یہاں یہ شخص اسے حلال قرار دے رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرنا کفر ہے۔ کیوں ان کی تعلیم و تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت ناقص نہیں ہو سکتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے اگر کوئی اس ذکر کرے تو سننے والا یہ کہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کافر ہو جائے گا۔ بعض علماء کے نزدیک اگر کہنے والے نے اہانت کے طور پر کہا ہے تو وہ کافر ہو گا۔ مدینہ منورہ کی اہانت بھی کفر کے زمرے میں آتی ہے۔ وجہ یہ کہ اس بابرکت شہر کی نسبت آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے جُڑی ہوئی ہے۔

کسی ایک فرشتے کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ احادیث مبارکہ میں قبر میں فرشتوں کا مرِدے سے سوالات کرنا اور قبر کے عذاب کا ذکر موجود ہے۔ اس لیے ان کا انکار بھی کفر کے زمرے میں آتا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ تو نے قل ھو اللہ کی کھال کھینچ لی تو نے الم نشرح کا گریبان پکڑ لیا یا اس شخص سے جو قریب الموت کے پاس بیٹھا سورہ یس کی تلاوت کر رہا ہے کہے کہ اس سورہ کو اس کے منہ میں رکھ تو ان صورتوں میں کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی اہانت کفر ہے۔

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا کر غلطی یا گناہ کیا ہے تو یہ صریحاً کفر ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو اس نے جواباً کہا میں نہیں پڑھتا اور پھر اس نے زندگی میں کبھی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ وہ مر گیا تو وہ کافر کہلائے گا۔ ہاں اگر وہ اپنی بات پر شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر توبہ کرے اور نماز قائم کر لے تو کفر سے محفوظ ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ آؤ ثواب کا کام کرتے ہیں تو وہ جواب میں یہ کہے کہ تم خود ہی کر لو میں نے تو بہت ثواب کما لیا۔ تو یہ بات بھی محل نظر ہے۔

فتاوی شامی لکھا ہے:

"حرام الفاظ اور کفریہ کلمات سے متعلق علم سیکھنا فرض ہے۔"

آج کی اس نشست میں مزید الفاظ کی نشان دہی کی جارہی ہے جن کی ادائی کفر کا سبب بنتے ہیں۔

اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ تم اپنی بیوی کے قابو آ گئے ہو تو جواب میں یہ کہہ دے کہ "عورتوں کے قابو میں اللہ بھی نہیں آتا میں کیوں کر آ جاؤں "تو یہ کفر ہے۔ قیامت کی وہ نشانیاں جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں آیا ہے ان میں کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔ کوئی یہ کہے کہ اچھائیوں کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق نہیں تو یہ جملہ کفریہ ہے ایسا کہنے سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ نیکی اور شر کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر اس قدر مجبور کیا جائے کہ اسے اپنی جان کا خطرہ ہے اور صرف زبان سے کہہ دے لیکن دل سے اس کلمہ کفر کو برا مانے تو وہ کافر نہ ہو گا۔ اگر کوئی غربت سے مجبور ہو کر کہہ دے کہ ساری مصیبتیں میرے لیے اور راحتیں دوسروں کے لیے ہیں تو یہ کہنے پر وہ کافر ہو جائے گا۔ کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تم پر رحم کرے مجھ پر نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا جائے کہ انجیل میں فلاں نبی کا ذکر آیا ہے لیکن قرآن مجید میں نہیں تو سننے والا اقرار یا انکار کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کر لے۔ کیوں کہ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بعض انبیاء کا ذکر کیا اور بعض کا نہیں۔ اللہ نبی مکرم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی ماننا صریحاً کفر ہے۔ اگر کوئی نعوذ باللہ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور سننے والا اس سے کوئی دلیل مانگے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ یہ بات واضح ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی یا رسول نے نہیں آنا۔

اگر کسی سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو جواباً یہ کہے کہ تم پڑھ لو میں نے بہت پڑھ لیں ہیں اب ضرورت نہیں تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رمضان المبارک کے تیس کے بجائے دس پندرہ یا بیس روزے ہوتے تو اچھا ہوتا تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کوئی شخص کہے کہ نماز کے لیے وضو یا تیمم کی کوئی ضرورت نہیں دل پاک ہونا ضروری ہے تو یہ کفر ہو گا۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص اللہ کو بھی دھوکہ دے دیتا ہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا حکم نہیں صرف قائم کرنے کا حکم ہے تو علماء کے نزدیک وہ کافر ہو گا۔ قرآن مقدس میں نماز کے قائم کرنے سے مراد یہ کہ نماز پڑھنا پوری زندگی نہ چھوڑی جائے۔ ادا نہ کر سکنے کی صورت میں قضاء ادا کر لے۔ بیماری کی حالت میں بھی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر کسی وجہ سے بے ہوش ہو جائے تو ہوش میں آنے کے بعد ضرور ادا کرے۔ سفر کی حالت میں کسر نماز پڑھے۔

خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکنا اگر کسی کی عادت بن گئی ہو اور منع کرنے پر بھی یہ بات مذاق میں اڑا دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا کیوں کہ اس کے دل میں خانہ کعبہ کی کوئی عظمت نہیں۔ اگر کوئی سہواً ایسا کرے اور پھر اسے یاد آجائے کہ اس طرف تو خانہ کعبہ ہے وہ فوراً استغفار کرے۔

نماز کے کسی ایک رکن کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے نماز طاق پر رکھ دی تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ بعض اوقات رمضان المبارک کے مہینے کسی کھانے پینے والی جگہ پر پولیس کا چھاپہ پڑے اور پکڑے جانے والے پولیس کی مار کے خوف سے ڈر کر یہ کہیں کہ ہم تو مسلمان نہیں ہمیں کیوں پکڑ لیا تو کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

بنک میں رکھی ہوئی رقم زکوۃ کاٹی جاتی ہے اگر کوئی شخص اپنی رقم بچانے کی خاطر زبانی یا تحریر یہ بات کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں لہذا میری رقم سے زکوۃ نہ کاٹی جائے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ کسی غیر مسلم کے تہوار مثلاً راکھی، دسہرہ، ہولی اور کرسمس ڈے وغیرہ کی مبارک باد دینا یا ان کی ان تقریبات میں شمولیت اختیار کرنا بھی علماء کے نزدیک کفر ہے۔ لہذا ہمیں خود بھی اور دوسروں کو بھی ان موقعوں پر بچانا چاہیے۔

قیامت، نامہ اعمال، جنت، دوزخ، پل صراط اور عذابِ جہنم وغیرہ کا انکار کفر ہے۔ ایک شخص جو کبھی بیمار نہ ہوا ہو تو کوئی اس کے بارے میں یہ کہے کہ "اللہ اسے بھول گیا ہے" تو کہنے والا کافر ہو جائے گا کیوں کہ اس کے نزدیک نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ بھول سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی بات کہنا چاہتا ہو تو نادانستہ طور پر کلمہ کفر کہ گیا تو علماء کے نزدیک کافر نہ ہو گا۔ ایسے شخص کو فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا چاہیے۔

اگر کوئی کسی کو پیٹ رہا ہو تو دوسرے شخص نے اسے روکنے کے لیے کہا کہ "اللہ سے ڈرو" ڈرو" تو جواب میں اس نے کہا کہ "میں نہیں ڈرتا" تو ایسا کہنے سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک بات خاص طور پر مرد یا عورتیں کہ دیتی ہیں کہ "دل کا پردہ ہونا چاہیے ظاہری پردہ ضروری نہیں" یا "اس سے کچھ نہیں ہوتا" کلمہ کفر ہے کہنے والا یا والی کافر ہو جائے گی۔ کیوں کہ یہ بات صریحاً اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے خلاف ہے جس میں عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

اگر کوئی فقیر یا شخص کمبل یا موٹی چادر اوڑھے لیٹا ہوا ہو تو کوئی شخص اسے یہ کہ کر مخاطب کرے کہ "یا مدثر" تو کہنے والا کافر ہو جائے گا کیوں کہ یہ مبارک الفاظ اللہ تعالیٰ نے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمائے ہیں۔ ایک بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لیٹنے والے نام اگر "مدثر" ہے اور جگانے والے کا مقصد اسی شخص کو جگانا ہے اور اس کے خیال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

مراد نہیں تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے اس بات کا کوئی شک نہ پڑے۔ البتہ ایسی صورت سے متعلق علماء کرام سے رجوع کیا جائے۔

ایک شخص کسی مسلمان سے کہے کہ "اللہ تم سے تمھارا ایمان چھین لے" تو جواب میں آمین کہے تو دونوں کافر ہو جائیں گے۔ اگر کوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "ڈاکیا" کہہ دے تو علماء کے ہاں وہ کافر ہو جائے گا۔ اور کوئی ڈاکیا اپنے متعلق کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور تاویلا یہ معنٰی لے کہ پیغمبر کا معنی پیغام پہنچانے والا ہے تو میں بھی بہ ذریعہ ڈاک پیغام پہنچاتا ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

وہ شخص کافر ہے جو کسی بھی نبی علیہ السلام سے نبوت زائل ہونے کا عقیدہ رکھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان (حضرت عیسی علیہ السلام) کی وفات کا عقیدہ رکھنے والا صریحًا کافر ہے یہ کلمہ کفر ہے کہ کوئی کہہ دے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم یا) کوئی اور پھل جس سے منع فرمایا گیا تھا نہ کھاتے تو ہم بد بخت نہ ہوتے۔

"پیا ایسا ہے کہ اللہ تعالٰی کو بھی حیرت ہے" یہ کہنا کفر ہے۔ یہ کہنا کہ "اللہ تعالی ہمیں مصیبتیں میں ڈال کر سو گیا یا غافل ہو گیا ہے۔" صریحا کفر ہے اور کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالٰی کے کسی شے میں حلول کرنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ اللہ تعالٰی کی طرف ظلم کی نسبت دیتے ہوئے ظالم کہنا کفر ہے۔ بے شک اللہ تعالٰی غنی ہے۔ اللہ تعالٰی کو کسی شے وغیرہ کا محتاج کہنا کفر ہے۔ یہ کہنا بھی کفر ہے کہ اس شے وغیرہ کی اللہ تعالٰی کو ضرورت تھی سو اس نے لے لی۔ کوئی شخص یہ کہے کہ "اگر اللہ تعالٰی بھی مجھے ایسا کرنے کو کہتا تو میں نہ کرتا"۔ تو یہ کفر ہے۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "اگر اللہ تعالٰی بھی تمھاری سفارش کرے تو میں نہیں قبول کروں گا" تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کسی پریشانی وغیرہ کے موقع پر اللہ تعالٰی پر اعتراض کرنا کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ فرشتوں کا انکار یا ان کے بھول جانے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے جنات کے وجود کا انکار بھی کفر ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا عقیدہ نہ رکھنا کفر ہے ۔شریعت مطہرہ کے کسی ایک حکم کا بھی انکار کفر ہے۔ ایک شخص مصائب اور پریشانیوں سے تنگ آ کر کہے کہ "اے اللہ! تو نے میرا مال لے لیا میری اولاد لے لی تو میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہا ہے اور مجھ کیا معاملہ اٹھا رکھا ہے۔" یہ سب کلمات کفریہ ہیں۔

جب کوئی کسی کو کلمہ کفر کی تلقین کرے گا چاہے مذاقًا ہی کیوں نہ ہو، تلقین کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ کفار کی باتوں اور معاملے کو اچھا سمجھنے والا کا مثلا یہ کہے کہ "کھانے کے وقت مجوس مذہب بہتر ہے کہ اس وقت گفتگو نہ کی جائے۔" تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

بعض مسلمان اداکار فلموں اور ڈراموں میں کافروں کا کردار ادا کرتے ہوئے کفریہ الفاظ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبی رسومات بھی ادا کرتے ہیں۔ان کے بارے میں دو آراء ہیں۔ پہلی کہ یہ صرف ان کی نقالی کرتے ہیں جس سے یہ کافر نہیں ہوتے۔ کیوں کہ " نقل کفر، کفر نباشد "۔ دوسری یہ کہ یہ لوگ الفاظ بولنے سے کہ میں ہندو یا عیسائی یا یہودی وغیرہ ہوں اور ساتھ ساتھ ان غیر مسلموں کی طرح پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں،اس لیے یہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ یہ لوگ روپوں کی خاطر ایسے ذلیل کام ہی نہ کریں، کیا خبر کہ ایسا کرنے سے دولتِ ایمان محروم ہو جائیں اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔

غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے یا ذبح کیے گئے جانور کا گوشت یا کسی بت کا چڑھاوا وغیرہ یہ سب شریعت میں حرام ہیں انھیں نہ کھایا جائے اور انھیں جائز سمجھنے والا کافر ہو جائے گا۔ایک عورت یا مرد نے اپنی کمر پر رسی باندھی اور کہا کہ یہ زنار یعنی جینئو ہے۔ تو وہ کافر ہو جائیں گے۔ کیوں کہ یہ مجوسی مذہب کا حصہ ہے۔ایک شخص اپنی بیوی یا کسی دوسرے کو پیٹ رہا ہو اور دوسرا شخص (انھیں مار پیٹ سے بچانے کی خاطر اس سے کہے کہ "تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا یا تو مسلمان نہیں "تو جواب میں اقرار کیا تو اقرار کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

اگر کوئی عورت یا شخص کسی کو "کافر بچہ کہے تو اس سے متعلق علماء کرام کی دو آراء ہیں ایک یہ کہ کفر ہو گا اور دوسری کفر نہ ہو گا۔ ضروری ہے کہ ایسا نہ کہے۔ایک شخص اپنے فرعون، نمرود، شداد یا شیطان ہونے کا اقرار کرے تو، وہ کافر ہو جائے گا ۔ایک بیوی اپنے شوہر سے یا شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ "تمھارے ساتھ رہنے سے کافر ہونا بہتر ہے۔ "تو کافر ہو جائیں گے۔

اگر کوئی شخص آرزو کرے کہ "اللہ تعالیٰ زنا، ظلم یا ناحق قتل اور خون ریزی کو حرام نہ کرتا۔تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی نے کہا کہ "اس دنیا میں سب سے اچھا رہنا چاہیے اس دنیا (آخرت) میں جو ہو گا سو ہو گا"۔ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "گناہ نہ کرو اس لیے کہ دوسری دنیا یعنی آخرت بھی ہے جہاں اس کا حساب دینا ہو گا"۔دوسرا یہ جواب دے کہ "اس دنیا کی کسے خبر ہے ؟"تو جواب دینے والا مسلمان نہیں رہے گا۔

اگر کوئی کسی پر ظلم کرے اور دوسرا شخص اسے ظلم سے روکنے کی خاطر کہے کہ "خوف کھاؤ آخرت میں حساب دینا ہو گا"۔ تو ظلم کرنے والا یہ کہے کہ "میں آخرت واخرت کو نہیں مانتا" تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔دو شخصوں میں جھگڑا ہوا تو ایک نے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ "کہا تو دوسرے نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا مذاق اڑایا تو یہ شخص مسلمان نہیں رہے گا۔

ایک شخص نے گناہ صغیرہ کیا تو دوسرے نے توبہ کرنے کو کہا تو اُس شخص نے کہا کہ "میں کون سا کام کیا ہے کہ توبہ کروں "تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔اگر کوئی شخص حرام مال کسی غریب کو ثواب کی نیت سے دے تو یہ کفر ہے۔ایک شخص سے

پوچھا جائے کہ تمھیں حلال یا حرام مال میں سے کون سا پسند ہے؟ تو جواب یہ دے کہ "جو "مال پہلے مل جائے "۔ تو اس میں کفر ہونے کا شک ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھنے والا کافر ہو گا۔

اگر کسی مسئلے کے تحت طلاق واقع ہو گئی تو خاوند نے یہ کہا کہ طلاق ملاق میں نہیں مانتا ماں بچے گھر میں ہونے چاہئیں "تو ایسا کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس نے شرعاً حرام کو نہ مانتے ہوئے اسے حلال قرار دیا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ "اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عربی میں نازل کیوں کیا اسے کسی دوسری زبان میں نازل کرنا چاہیے تھا"۔ تو معترض کافر ہو جائے گا۔

یہ کہنا بھی کفر ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میرے دشمنوں کا ساتھ دیا"۔ شہید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام پر فضیلت دینا، کفر ہے۔ اگر کسی نے کسی برے جانور مثلا سور وغیرہ کو دیکھ کر کہا کہ "اللہ تعالیٰ کو کوئی اور کام نہ تھا کہ ایسا جانور پیدا کر دیا"۔ تو ایسا کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔ "اللہ تعالی کے احکام میں بے جا سختی ہے"۔ یہ کفریہ جملہ ہے۔ یہ جملہ بھی کفریہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے اس کام میں کوئی حکمت نہیں"۔

ایسا کہنا بھی سراسر کفر ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ حکم تو سراسر فضول دے دیا ہے"۔ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ اچھا نہیں کر رہا "یا "میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھا نہیں کیا۔ دونوں صریحاً کفریہ جملے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی کسی بھی سنت مطہرہ کا مذاق اڑانا یا برا جاننا کفر ہے۔ خالی رسول رسول کہنا اگر بہ قصدِ تعظیم ہے تو کفر ہے۔

اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت ہمارا ایمان ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی ادنی سی توہین کفر ہے۔ ارکان اسلام سے متعلق کوئی توہین یا انکار کرنا کفر ہے۔ زکوۃ سے متعلق کوئی طنزیہ لفظ بولنا کفر ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ "مرنے کے بعد مردے کی روح کا کسی دوسرے قالب میں داخل ہو کر دوبارہ آسکتی ہے"، کفر ہے۔ دنیا میں جنت کی کسی نعمت یا جہنم کے کسی بھی عذاب کا انکار یا توہین کرنا کفر ہے۔

اوپر کفریہ الفاظ کی نشان دہی کے ساتھ اُن گانوں کی نشان دہی کی جاتی ہے جن میں کفریہ الفاظ موجود ہیں۔ ان گانوں نہ صرف شوق سے سنا بلکہ گنگنایا بھی جاتا ہے۔

1) حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے "خدا بھی نہ جانے "تو ہم کیسے جانیں۔
2) ملتا خدا تو یہ پوچھتا یہ "یہ ظلم تو نے کیوں کیا"۔
3) وہ "اوپر بیٹھا کیا جانے "انسانوں پہ کیا گزری ہے۔
4) دنیا بنانے والے کیا تیرے من میں سمائی کاہے کو دنیا بنائی تو نے کاہے کو دنیا بنائی۔

5) توخوشی سے میری ڈر گیا۔

6) ترے سمندر میں کیا کمی تھی کہ آدمی رلا رہا ہے۔

7) تُو ہے قدرت کا کرشمہ یا خدا کی بھول ہے پوجا کروں یا سجدہ کروں جیسے کہو ویسے چاہوں۔

8) اب تو چھپڑ پھاڑ مولا اپنی جیبیں جھاڑ مولا

9) جب کچھ نہ بن سکا تو مرا دل بنا دیا (اس مصرعے میں اللہ تعالیٰ کو مجبور کہا گیا ہے)

10) صدمے سہے جو میں نے "تُو بھی اٹھا کے دیکھ"۔

11) اے خدا ان حسینوں کی پتلی کمر کیوں بنائی تیرے پاس مٹی کم تھی یا تُو نے رشوت کھائی۔

12) اس حور کا کیا کریں جو ہزاروں سال پرانی ہے۔

13) مرے محبوب کو کس نے بنایا، سوچتا ہو گا۔

14) جس کو بنانا تھا لڑکی اسے لڑکا بنا دیا۔

15) خدا تراش لیا اور بندگی کر لی۔

16) فرصت سے ہے رب نے بنایا

17) اے خدا! بہتر ہے یہ کہ تو چھپا پردے میں پیچ ڈالیں گے تجھے یہ لوگ اسی چکر میں۔

18) رب بھی دیوانہ لاگے رے۔

19) تمھیں چاہوں گا خدا میں بنا کے

20) محبت کی قسمت بنانے سے پہلے زمانے کے مالک تو رو یا تو ہو گا

21) میں تجھ کو یہ بتاؤں کہ دنیا تری ہے کیا علی ھذا القیاس۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے بطفیل سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر قسم کے کفریہ الفاظ سے محفوظ اور مامون فرمائے۔ آمین ثم آمین



راستوں کی نظافت وصفائی کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

عصمت اللہ نظامانی جامعہ علوم السلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اسلام میں صفائی ستھرائی اور نظافت کی بہت اہمیت ہے،انسان کے جسم اور کپڑون کی پاکی اور ظاہری نظافت ہو، یا قلب وذہن کو برے خیالات سے، زبان کو بدگوئی، نظر کو بدنظری سے بچانا اور باطنی پاکی ہو، ہر قسم کی نظافت اور اس سے متعلق احکام وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ کیونکہ اسلام ایک دینِ فطرت ہے، انسان کی اخروی زندگی کے ساتھ دنیوی زندگی کامیاب اور خوش گوار بنانے کے تمام بنیادی احکام بیان کیے ہیں، چنانچہ جس طرح عقائد وعبادات سے متعلق احکامات تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، اسی طرح معاشرت سمیت دین کے دیگر شعبوں کے احکام بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اور صفائی اور نظافت بھی ان میں سے ایک حکم ہے۔ نظافت وپاکی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، اور احادیث مبارکہ میں بہت اہمیت بیان کی گئی ہے، ذیل میں اس نظامِ صفائی کے ایک شعبے اور حصے یعنی راستوں کی نظافت وصفائی کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں اجاگر کی جارہی ہے؛ کیونکہ گلی کوچوں اور راستوں کی صفائی ایک صحتمند قوم کی علامت اور ضمانت ہے۔

راستے سے تکلیف دہ اشیاء ہٹانا صدقہ ہے:

راستے سے تکلیف دہ چیزیں، جیسے: کانٹے، کانچ اور شیشے کے ٹکڑے، پھلوں کے چھلکے، اور کوڑا کرکٹ وغیرہ جس سے گزرنے والوں کو تکلیف واذیت ہوتی ہو، ایسی تکلیف دہ اشیاء ہٹانا ایمان کا حصہ اور ایک قسم کا صدقہ ہے، چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے:

ويميط الأذى عن الطريق صدقة(صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب من أخذ بالركاب ونحوه، (56/4)، رقم الحديث: 2989، الناشر: دار طوق النجاة، ط:1422ه)

یعنی راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔

راستے سے اذیت دینے والی چیز ہٹانے کا نبوی حکم:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل سکھلایئے جس سے میں نفع اٹھاؤں، حضور ﷺ نے فرمایا:

اعزل الأذى عن طريق المسلمين(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن الإشارة بالسلاح إلى مسلم، (2021/4)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت)

یعنی مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹاؤ۔

راستے سے کانٹے دار جھاڑی ہٹانے پر مغفرت:

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ایک آدمی راستے میں چل رہا تھا کہ وہاں کانٹے دار جھاڑی دیکھی تو اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا(سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في إماطة الأذي عن الطريق، (405/3)، رقم الحديث:1958، الناشر: دار الغرب الإسلامي- بيروت، ط:1998م)

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ایک اچھا عمل:

حضرت ابوذر غفاریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

مجھ پر میری امت اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال پیش کیے گئے، تو تکلیف دینے والی چیز راستے سے ہٹانا اچھے اعمال میں دیکھا تھا، اور برے اعمال میں یہ بھی دیکھا کہ تھوک مسجد پھینکی جائے، اور اسے دفن نہ کیا جائے۔(سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب إماطة الأذى عن الطريق، (1214/2)، رقم الحديث: 3683، الناشر: دار الفكر، بيروت)

راستوں پر گندگی کرنا قابلِ لعنت عمل ہے:

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کا سبب بننے والی دو چیزوں سے بچو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کون سی دو چیزیں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگوں کے راستے میں یا کسی (بیٹھنے کی) سایہ دار جگہ میں بول وبراز کرنا۔(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب النھي عن التخلي فی الطرق والظلال، (1/226))

گھر کے سامنے والے حصے کی نظافت کا حکم:

بعض لوگ گھر کی صفائی کرکے کچرہ گھر سے باہر گلی میں ڈال دیتے ہیں، حضور ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے، اور اسے اس زمانے کے یہود کا فعل کہا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے گھروں کے سامنے والے حصہ کی صفائی کیا کرو، یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو، کیونکہ وہ گھر کے سامنے والے حصے کی صفائی نہیں کرتے۔(سنن الترمذي، أبواب الأدب، باب ماجاء في النظافة، (409/4)، رقم الحدیث: 2799)

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ راستوں کی صفائی اور نظافت کا لحاظ نہ رکھنے سے معاشرے میں بہت سی بے اعتدالیاں جنم لیتی ہیں، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی۔ سماج پر ہر اعتبار سے اس کے برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں، اعصابی امراض، ذہنی تناؤ اور تھکاوٹ، طبیعت پر بوجھ اور ان جیسے دیگر امراض کی اہم وجہ اگر گلی کوچوں کی گندگی اور راستوں پر پڑے کوڑے کے ڈھیر وغیرہ کو قرار دیا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے بھی نہایت تفصیل اور وضاحت سے راستوں کی نظافت وصفائی کی اہمیت بیان کی ہے۔

اور اس نظافت کا فائدہ کسی ایک طبقے کو نہیں، بلکہ تمام معاشرے کو ہوگا، ایک طرف انسان جسمانی اور ذہنی اعتبار سے تندرست وصحتمند رہے گا، تو دوسری طرف دیگر اقوام کی نظروں میں ایسے معاشرے کا مقام ومرتبہ بلند ہوگا۔ لہٰذا ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ راستوں کی نظافت میں اپنا حصہ ڈالے، اور اس کارِ خیر میں عملی طور پر شریک ہو۔



کتابوں سے شناسائی (اہمیت و فوائد)

عبدالرحمن سلیم جامعہ علوم السلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے، دیگر مخلوقات کے مقابلے میں اسے متنوع صفات و کمالات سے نوازا ہے، تاہم ان صفات کے اظہار کے لیے اسے محنت و مشقت کی چکی میں پس کر انہیں جِلا بخشنے کی ضرورت ہوتی ہے، بسا اوقات اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ قدرتِ ایزدی نے اس کی ذات میں کون کون سی صفات اور صلاحیتوں کو ودیعت کر رکھا ہے، انہیں پرکھنے اور معلوم کرنا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

عموماً اس کو جانچنے والے وہی ہوتے ہیں جو رجال سازی کا ملکہ رکھتے ہوں، نگاہوں میں وسعت اور انسانی صفات کو پہچاننے میں یدِ طولی رکھتے ہوں، وہی طالب علم کے لیے علم و فن کے مختلف میدانوں میں سے کسی میدان کو چُن کر اسے اس کا راہی بنا دیتے ہیں، جب مزاج اور طبیعت کسی موافق میدان کے موافق چل پڑے تو اس کے نتائج و اثرات سے دنیا مستفید ہوتی ہے، لیکن ایسے مردم شناس اور رجال ساز علما کی کمی مرورِ زمانہ کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر کوئی مزاج شناس خود ہی اپنے ذوق کے مطابق کسی فن کا انتخاب کر کے اس میں محنت کر کے مہارت حاصل کر لے تو وہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتا ہے۔

راہِ علم کی صحرانوردی اور آبلہ پائی کرنے والے راہی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے طبعی میلان اور مزاج کے موافق، یا کسی رجال ساز عالم سے مشورہ کے بعد کسی فن کا انتخاب کر کے اس میں انتھک محنت، اور جہدِ مسلسل کے ذریعے مہارت حاصل کرے۔

امام سیبویہ (ت: 180ھ)، علمِ حدیث حاصل کرنے کی غرض سے بصرہ تشریف لائے، اور حماد بن سلمہ کے حلقہ حدیث سے وابستہ ہو گئے، ایک مرتبہ حماد بن سلمہ نے انہیں ایک حدیث سنا کر اسے املا کرانے کا کہا، اس روایت میں حماد نے کہا:

ليس مِن أصحابِي إلَّا مَن لو شئتُ لأخذتُ عليه ليس أبا الدرداء

تو سیبویہ نے کہا:

ليس أبو الدرداء

اس پر حماد نے ان کو ٹوکا کہ آپ نے غلطی کی ہے، یہاں "**ليس**" استثنا کے لیے ہے (أبو بكر الإشبيلي (ت: 379ھ) محمد بن الحسن بن عبيد الله بن مذحج الزبيدي الأندلسي، طبقات النحويين واللغويين، دار المعارف، ط: الثانية، ت: محمد أبو الفضل إبراهيم، ص: 66، الرقم: 22)، اس تنبیہ کی بنا پر سیبویہ کے دل پر چوٹ لگی، انہوں نے علم نحو حاصل کرنے کا ارادہ کیا، پھر اس میں مہارت حاصل کر کے اس فن کے چوٹی کے علما میں شمار ہوئے۔

کتب بینی کا ذوق عطیہ خداوندی ہے، ایک طرف نت نئی ایجادات نے آنکھوں کو خیرہ کیا ہے تو دوسری طرف وسائل مواصلات نے انسانوں کو انتہائی مصروف کر دیا ہے، ایک طرف ذہنی دباؤ میں اضافہ ہو رہا ہے تو دوسری طرف ان آلات کے کثرتِ استعمال سے صحت بگڑ رہی ہے، علم میں پختگی اور مضبوط استعداد پیدا کرنے کے لیے تمنائیں تو کس قدر ہیں، لیکن سُستی اور کم ہمتی کی وجہ سے جسم محنت کے لیے تیار نہیں۔

ایسے حالات میں ضروری ہے کہ اسلاف کے حالات کو پڑھا جائے، انہوں نے علم حاصل کرنے کے لیے جو مشقتیں اٹھائیں ہیں ان سے سبق حاصل کیا جائے، کتب بینی کی عادت ڈالی جائے۔ کتب بینی کے فوائد کے بارے میں جاحظ (ت: 255ھ) رقمطراز ہیں:

"کتاب ہی تو وہ نعمت ہے جو کاتب کے لیے باعث فضیلت کا باعث بنتی ہے، یہ ہر زمانے میں اور دنیا کے مختلف خطوں میں پائی جاتی ہے، حالانکہ اس کا لکھنے والا تو دنیا میں کسی جگہ ہی ہوتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ لکھنے والا لکھ کر اس دنیا سے چلا جاتا ہے، اور اس کی کتابیں دنیا میں موجود ہوتی ہیں، اگر ہم سے پہلوں نے اپنے زمانہ کے احوال نہ لکھے ہوتے، حکمت کے بیش بہا موتیوں سے صفحات کو مزین نہ کیا ہوتا، اور گوناگوں معلومات کا ذخیرہ کتب کے حوالے نہ کیا ہوتا تو ہمارے سامنے نت نئی اور متنوع معلومات سے

محروم ہو جاتے،اور یہ اس لیے بھی فائدہ مند ہے تاکہ ہم ماضی کے واقعات سے عبرت اور سبق حاصل کر سکیں،اگر لکھنے پڑھنے کا سلسلہ مدھم پڑ جائے تو جہالت اور لاعلمی کا راج ہو گا، علم اور اہل علم کساد بازاری کا شکار ہوں گے" (الجاحظ، عمرو بن بحر، (ت:255ھ)،الرسائل للجاحظ،القاھرۃ،مکتبۃ الخانجی،ط:1384ھ-1964م،ت:عبدالسلام محمد ھارون،317/1)

جب تک مسلمان دنیا پر حکمران رہے اس وقت تک علم کے ساتھ لگاؤ اور دلچسپی عام رہی،چونکہ علم کے حصول کا ذریعہ جس طرح استاد سے بالمشافہ سیکھنا ہے اس طرح کتابوں سے استفادہ بھی علم کو جلا بخشتا ہے،اسی وجہ سے کتاب کی اہمیت وضرورت صرف علماوطلبہ کے طبقہ کے ساتھ خاص نہیں تھی، بلکہ رعایا اور بادشاہ بھی اس کے دلدادہ تھے،اس شیفتگی اور قلبی لگاؤ کا تعلق خلیفہ مامون کے ان جملوں سے ہوتا ہے جنہیں خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے۔

"نفس انسانی کو کتاب سے بڑھ کر کوئی چیز ترجیح دینے والی نہیں،اور نہ اس سے زیادہ کوئی چیز سینہ کو کھولنے والی ہے،نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز باعثِ شرف وفضیلت ہے،نہ اس سے بڑھ کر دل کو منور کرنے والی ہے،نہ اس سے بڑھ کر زبان کو کھولنے والی والی ہے،نہ اس سے بڑھ کر دل کو مضبوطی عطا کرنے والی ہے،اس کا فائدہ بہت ہے،زیادہ مہنگی نہیں ہے،اس میں فساد نہ ہونے کے برابر ہے،اس کا انجام اچھا ہے،کتاب ایسی داستان گو ہے جس سے اکتاہٹ نہیں ہوتی،ایسا ساتھی ہے جو کبھی مفلس نہیں ہوتا، اور ایسا مونس ہے جو کبھی چھوڑ کر نہیں جاتا،کتاب ہی تو گزرے لوگوں کے حالات وواقعات، حکمتوں اور دانشمندانہ باتوں کا پتہ دیتی ہے،جو باتیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں وہ بتلاتی ہے(الخطیب البغدادي، أبو بکر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مھدي الخطیب البغدادي(ت٤٦٣ھ)،تقیید العلم،بیروت،إحیاء السنۃ النبویۃ،دون تاریخ الطبع124)۔

کتابوں سے عشق اور لگاؤ کا اندازہ صرف باتوں سے نہیں، بلکہ خلیفہ مأمون کی عملی زندگی سے بھی ہوتا ہے،وہ سونے سے پہلے مطالعہ کرتا تھا،اس کے بستر پر ارد گرد کتابوں کا ڈھیر رہتا کہ جیسے ہی نیند سے بیدار ہوتا پڑھنا شروع کر دیتا(الخطیب البغدادي، تقیید العلم،124)۔

کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، ربِ کونین نے اس کو وہ مقام ومرتبہ دیا کہ اپنے کلام سے اس کو آراستہ کیا، اور جن اقوام کی طرف آسمانی کتابیں اتاری گئیں، انہیں اہلِ کتاب، کتاب والے کے مقدس الفاظ سے یاد کیا ہے۔(اسلامی قلمرو میں اِقرأاور عَلَّمَ بِالْقَلَم کے ثقافتی جلوے(عہد عباسی)، مولانا محمد ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی ،مکتبہ الکوثر، کراچی،193/1)۔

انسان کی زندگی میں کتاب کی اہمیت وضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات بھی مد نظر رہنی چاہیے کہ انسان کی زندگی مختصر ہے، اور مختلف شعبہ ہائے فنون پر لکھی جانے والی کی کتب کی تعداد کو شمار کرنا مشکل ہے، چونکہ ہر فن میں لکھی جانے والی کتب میں مختصرات بھی ہیں اور مطولات بھی، متون بھی ہیں شروح بھی، منظومے بھی لکھے گئے ہیں اور نثری تحریر بھی، اصول کادرجہ رکھنے والی کتابیں بھی ہیں تو فروع کادرجہ رکھنے والی کتب سے کسی بھی فن کادامن خالی نہیں ہوتا۔ مختصر سے زندگانی میں پورے ذخیرہ سے استفادہ کرنا خارج از امکان ہے۔

اس لیے کم از کم کتب کا اجمالی یا تفصیلی تعارف فائدہ سے خالی نہیں۔ فن سے متعلق کتب کی معرفت بھی بے حد ضروری ہے، اس لیے متعلقہ فن سے متعلق خصوصا اور دیگر فنون سے متعلق عموما لکھی گئی کتابوں کا تعارف ضرور حاصل کرے، جس نے اپنے لیے میدانِ تحقیق کو جولان گاہ بنایا ہو تو اس کے لیے تو مختلف فنون پر لکھی کتب کی معرفت کی مثال ایسی ہے جیسے غذا جسم کے لیے، تحقیق میں وسعت وندرت، جدت وشائستگی کے لیے کتب خانوں کی دھول چاٹے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں چند فوائد ذکر کئے جائیں، جن سے کتب کے تعارف کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

- ❖ تحقیق سے وابستہ افراد کے لیے کتابوں کا تعارف ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔
- ❖ مختلف موضوعات پر لکھی گئی کتب کی جانکاری سے تحریر میں عموما اور تحقیقی کام میں خصوصا مدد ملتی ہے۔
- ❖ اگر کسی ایک فن کی کتابوں کو روزانہ کی بنیادوں پر دیکھا جائے تو اس فن سے متعلق مفید معلومات سامنے آتی ہیں۔
- ❖ مختلف مصنفین کا تعارف ہوتا ہے، بسا اوقات ایک ہی مصنف کی دو کتابوں کے نام ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن وہ دونوں کتابیں الگ الگ فن کی ہوتی ہیں۔ جیسے: امام سیوطی (ت: 911ھ) کی دو کتابیں ہیں "جمع الجوامع" کے نام سے، ایک متن حدیث سے متعلق ہے تو دوسری کا تعلق فن نحو سے ہے، اگر کتابوں کا تعارف نہ ہو تو انسان "جمع الجوامع" سے وہی کتاب سمجھتا ہے جس کا تعلق متن حدیث سے ہے۔
- ❖ اگر ایک نام کی کئی کتب ہیں، اور وہ الگ الگ فن سے متعلق ہیں تو اس کی پہچان میں بھی مدد ملتی ہے۔ مثلا: "فتح القدیر" کے نام سے دو کتابیں ہیں، ایک ابن الھمام (ت: 861ھ) کی اور دوسری شوکانی (ت:1250ھ) کی اول الذکر کا تعلق "فقہ" سے ہے، جب کہ دوسری کا تعلق "تفسیر" سے ہے۔

❖ طالب علم کی علمی ترقی کی پرواز دوچند ہو جاتی ہے۔

❖ مضبوط علمی استعداد اور ٹھوس علمی بنیادوں کے لیے کتب کی معرفت ازبس ضروری ہے۔

❖ مسلسل علمی کتابوں کی زیارت ذہن میں فن کے گوناگوں گوشوں کو روشن کرتی ہے، جس کی وجہ سے ذہن میں مزید جستجو کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، جو انسان کو مزید مطالعہ پر آمادہ کرتا ہے، اور اس سے علمی استعداد میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے، مختلف سوالات کا جواب ملتا ہے، جس سے ایک قسم کی راحت محسوس ہوتی ہے۔

❖ کسی بھی فن کی ترقی میں تنقید بنیادی کردار ادا کرتی ہے، اس ملکہ کا حصول اور اس کے صحیح استعمال میں کتابوں کا تعارف انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

❖ دنیا میں مختلف طباعتی اداروں سے شناسائی ہوتی ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کون سا ادارہ معتبر ہے، اور کون سا غیر معتبر؟ کون کون سے طباعتی مراکز کس فن کی کتابیں چھاپتے ہیں؟ اور کون سے ادارے عمومی طور پر جو کتاب دستیاب ہوا سے چھاپتے ہیں؟

❖ کس ادارہ کے پاس اچھے محققین کی کتب ہیں؟ اور کون سے ادارہ صرف تجارتی مقاصد کے لیے کتب فروشی کا دھندا کرتا ہے؟

❖ مکتبوں کے اسما سے واقفیت ہوتی ہے، جس سے اس کتاب کے بارے میں ایک سرسری تصور اور تبصرہ کرنا آسان ہوتا ہے۔

❖ مختلف اداروں کی ایک ہی کتاب جس پر کئی محققین نے زور آزمائی کی ہو تو ہر تحقیق پڑھنے یا اچھی تحقیق کہلانے کے قابل نہیں ہوتی، اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ ایک اچھے محقق کی تحقیق والا نسخہ لیا جائے، اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب انسان کو کتب کی واقفیت ہو، کتاب پر ہونے والی مختلف تحقیقات سے آگاہ ہو، اور محققین کے منہج سے آشنائی ہو۔

❖ اگر ایک شخص کثرتِ مطالعہ کا عادی ہو اور دوسرا کتب کی معرفت میں ماہر ہو تو بہت ممکن ہے کہ کسی عنوان پر تحریر یا تقریر میں مطالعہ کا عادی شخص اس کے پاسنگ کو بھی نہ پہنچ سکے۔

❖ مختلف کتابوں سے واقفیت کی وجہ سے بسا اوقات انسان کی دسترس ایسی کتابوں تک بھی ہو جاتی ہے جو ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئیں، وہ صرف کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، اور چیخ چیخ کر اصحابِ علم کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں، اور بزبانِ حال اپنی بوسیدہ حالت پر شکوہ کناں ہیں۔

❖ آج جبکہ عموماً کتب خانہ ویرانی کا شکوہ کرتے نظر آتے ہیں، کتب خانوں میں کتابوں کی گرد جو مسلسل استعمال کی وجہ سے اس کی نوبت نہیں آتی تھی، آج اس کی صفائی کے لیے ایک مستقل خادم کی ضرورت پڑتی ہے، اگر علم حاصل کرنے والوں کو کتب بینی یا کم از کم اس کے تعارف کا چسکہ لگا دیا جائے تو کتب خانے آباد ہونا شروع ہو جائیں۔ جو ایک طرف تعمیرِ فکر کا باعث ہوں گے تو دوسری طرف اس سے ملک میں علمی آب وہوا کا چلن شروع ہو گا۔

❖ فکری اور علمی سیرابی کے لیے کتب کی معرفت کسی آبِ رحمت سے کم نہیں۔

❖ علم و تحقیق کے نئے گوشہ وا ہوتے ہیں۔

❖ جب انسان اسلاف کے علمی کارناموں اور ایک ہی فن پر لکھی گئی ہزاروں کتابوں کو دیکھتا ہے، تو محوِ حیرت میں رہ جاتا ہے کہ کس قدر تحریری ورثہ انہوں نے بعد والوں کے لئے چھوڑا ہے۔

❖ مختلف فنون سے متعلق کتب سے شناسائی محقق کے لیے زیر بحث تحقیق میں مظان سے بڑھ کر غیر مظان میں مسئلہ علمی کی تلاش میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

❖ مسلسل کتابوں سے اشتغال، ان کی واقفیت سے بہت سے ایسے گوشے سامنے آتے ہیں جن پر کام تو بہت ہوا ہوتا ہے، لیکن مختلف کتب میں منتشر اور بکھرا ہوا ہوتا ہے، اس مواد کو ڈھونڈنا، جمع کرنا اور اس کے متعلقات کو تلاش کرنا آسان ہوتا ہے۔

❖ علوم جس طرح ایک دوسرے سے اپنے موضوع کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں، وہیں بعض مباحث میں ایک دوسرے سے ملتے نظر آتے ہیں، ایک فن سے متعلق بحث دوسرے فن میں ملتی ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ علوم (فنون) کی آپس میں رشتہ داری ہے، کون کون سے جگہوں پر کہاں کہاں مطلوبہ مواد ملے تو اس کے لیے کتب کی معرفت اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

❖ بقول حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی:

"کتابوں سے شناسائی کتب خانوں کی کنجی ہے"، یعنی اگر کوئی طالب علم میدانِ تحقیق کا شناور بننا چاہتا ہے، اور اس وسیع میدان میں داخلہ چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ کتابوں کی معرفت ضرور رکھے۔



جاؤں گا مدینے تو واپس نہ آؤں گا میں

محمد داؤدالرحمن علی

جاؤں گا مدینے تو واپس نہ آؤں گا میں
وہیں روضہ کی چھاؤں میں سو جاؤں گا میں

یہ گناہگار آنکھیں دیکھیں گی روضہ کو
اس منظر کو اپنی آنکھوں میں سما لوں گا میں

جاؤں گا اپنے حبیبﷺ کے روضہ پر
انہی آنکھوں میں اس حسین منظر کو سمانا چاہتا ہوں میں

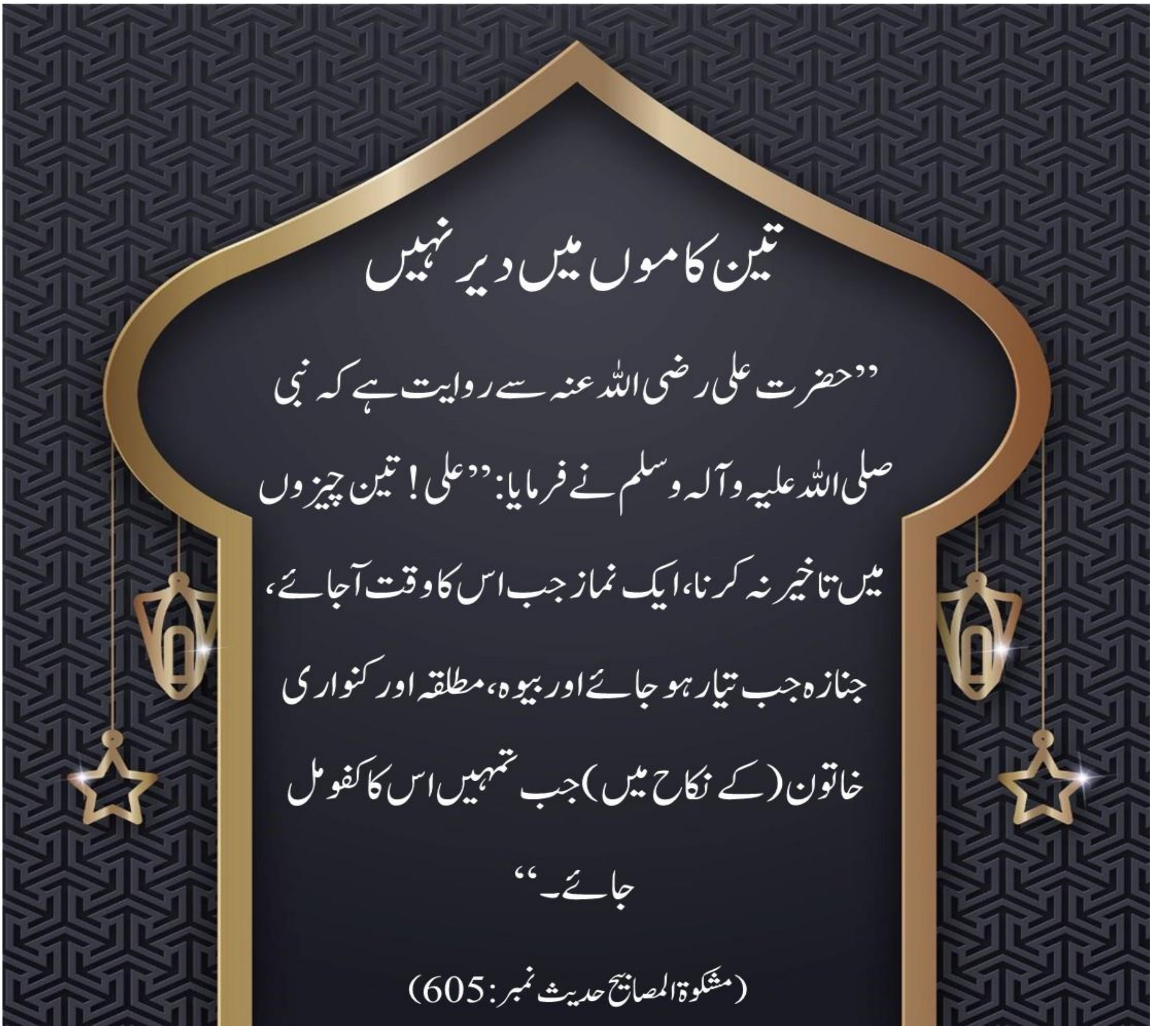
برستی آنکھوں، لرزتی زبان سے سناؤں گا حال دل
عرض کروں گا کہ اب تھک گیا ہوں میں

یہاں نبیﷺ ہیں یہاں ہیں صدیقؓ اور یہاں عمرؓ بھی ہیں
نہ جاؤں گا میں واپس، اب رہوں گا یہیں میں

قریب عثمانؓ بھی ہیں اور اصحاب محمدﷺ بھی
انہی عظیم قدموں میں فنا ہو جانا چاہتا ہوں میں

خواہش ہے یہ داؤد کی عطا ہو جائے جگہ بقیع میں
نبی ﷺ کے ساتھ اٹھوں اور ساتھ جاؤں حشر میں

پیوں جام کوثر اپنے حبیب ﷺ کے ہاتھ سے میں
رب فرمائے جاؤ جنت میں اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ میں





خُدا کی قُدرت کا مشاہدہ

مولانا خالد محمود

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت آگ کی تلاش میں کوہ طور پر پہنچے اور وہاں آگ کے بجائے، تجلیات الٰہی سامنے آئیں اور ان کو نبوت و رسالت عطا ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لیے "مصر" جانے کا حکم ملا، تو خیال آیا کہ میں اپنی زوجہ کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں، اس کا کون متکفل (ضروریات پوری کرنے والا) ہوگا۔

اس خیال کی اصلاح کے لیے حق تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ: سامنے پڑی ہوئی پتھر کی چٹان پر لکڑی ماریں۔ انہوں نے تعمیلِ حکم کی، تو یہ چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا پتھر برآمد ہوا۔

حکم ہوا اس پر بھی لکڑی ماریں۔ ایسا کیا تو وہ پتھر پھٹا اور اندر سے تیسرا پتھر برآمد ہوا۔

اس پر بھی لکڑی مارنے کا حکم ہوا تو یہ شق ہوا اور اندر سے ایک جانور برآمد ہوا، جس کے منہ میں ہرا پتہ تھا۔ حق تعالی کی قدرت کاملہ کا یقین تو موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بھی تھا، مگر مشاہدہ کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہیں سے سیدھے مصر کو روانہ ہو گئے۔ زوجہ محترمہ کو یہ بتلانے بھی نہ گئے کہ مجھے مصر جانے کا حکم ہوا ہے، وہاں جا رہا ہوں۔ (معارف القرآن جلد:3 ص:591، سورۂ ھود: آیت:2)

قصص معارف القرآن، ص:204 تالیف: مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہ



غیبت

محمد عبداللہ

ایک شخص حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں صوفی کو دیکھ کر آرہا ہوں کہ شراب پی کر مدہوش پڑا ہے، اس کی پگڑی اور جسم کے کپڑے غلاظت سے لتھڑے ہوئے ہیں اور کتے اس کے گرد جمع ہیں۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اس کی باتیں سن کر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بھائی سچا دوست آج ہی کے دن کام کرتا ہے (یعنی مشکل میں کام آتا ہے) جا اور اس صوفی کو وہاں سے لے آ، اس نے بہت بُرا کام کیا ہے اور صوفیوں کے نام کو بگاڑا ہے۔

حضرت کا ارشاد سن کر وہ شخص مخمصے (شش و پنج) میں پڑ گیا اور پیچ و تاب کھانے لگا، اس کو غلاظت سے لتھڑے ہوئے صوفی کو ہاتھ لگانے سے کراہت آتی تھی لیکن حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بھی نہ ٹال سکتا تھا، آخر طوعاً و کرھاً جا کر اس مدہوش صوفی کو کندھے پر لاد لیا۔

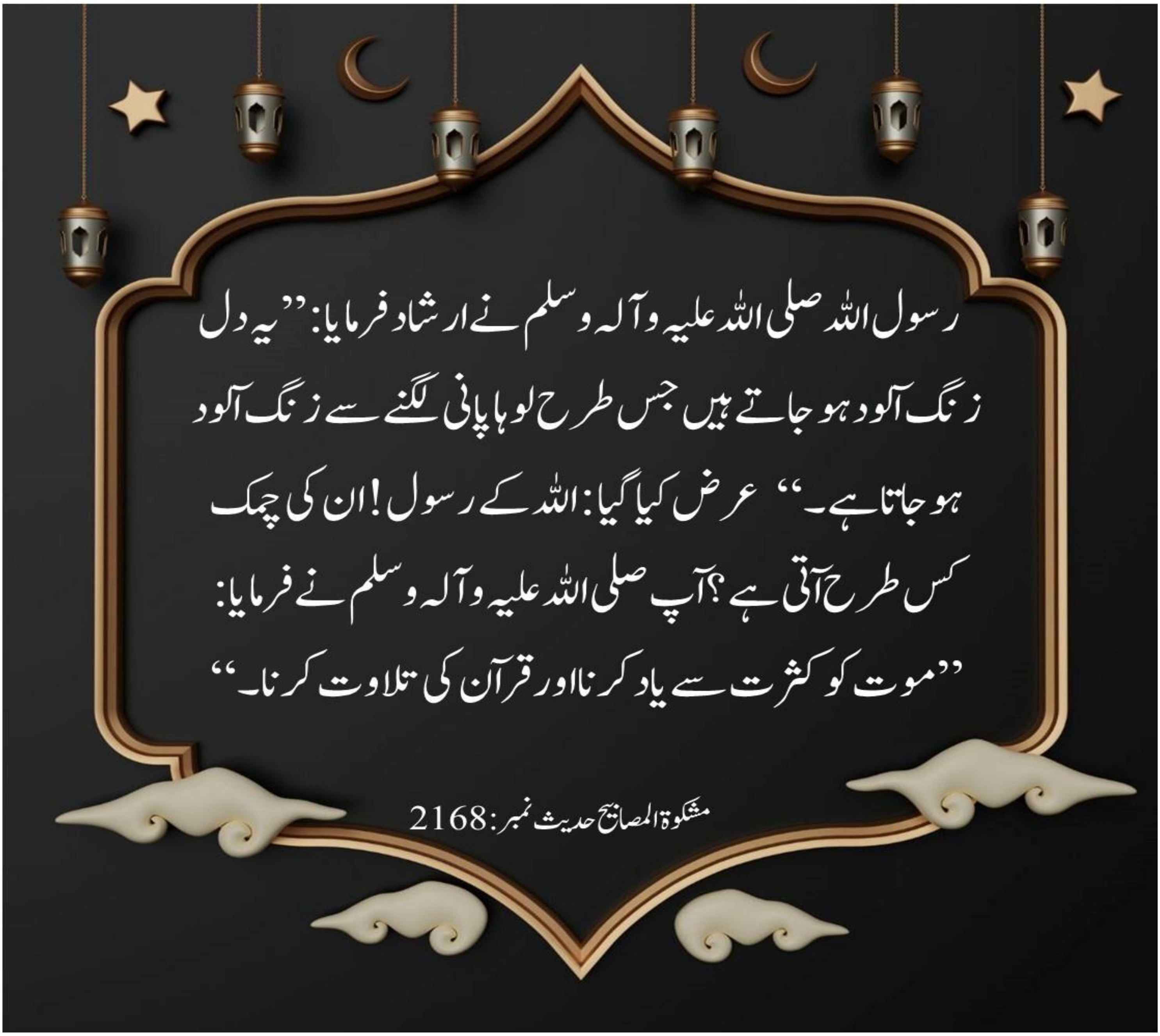
جب بازار سے گزرا تو سارا شہر اس پر امڈ پڑا، لوگ طرح طرح کے طعنے دیتے تھے۔

کوئی کہتا: ذرا اس درویش کو دیکھو! اس کے تقویٰ، پارسائی اور دینداری کے کیا کہنے۔

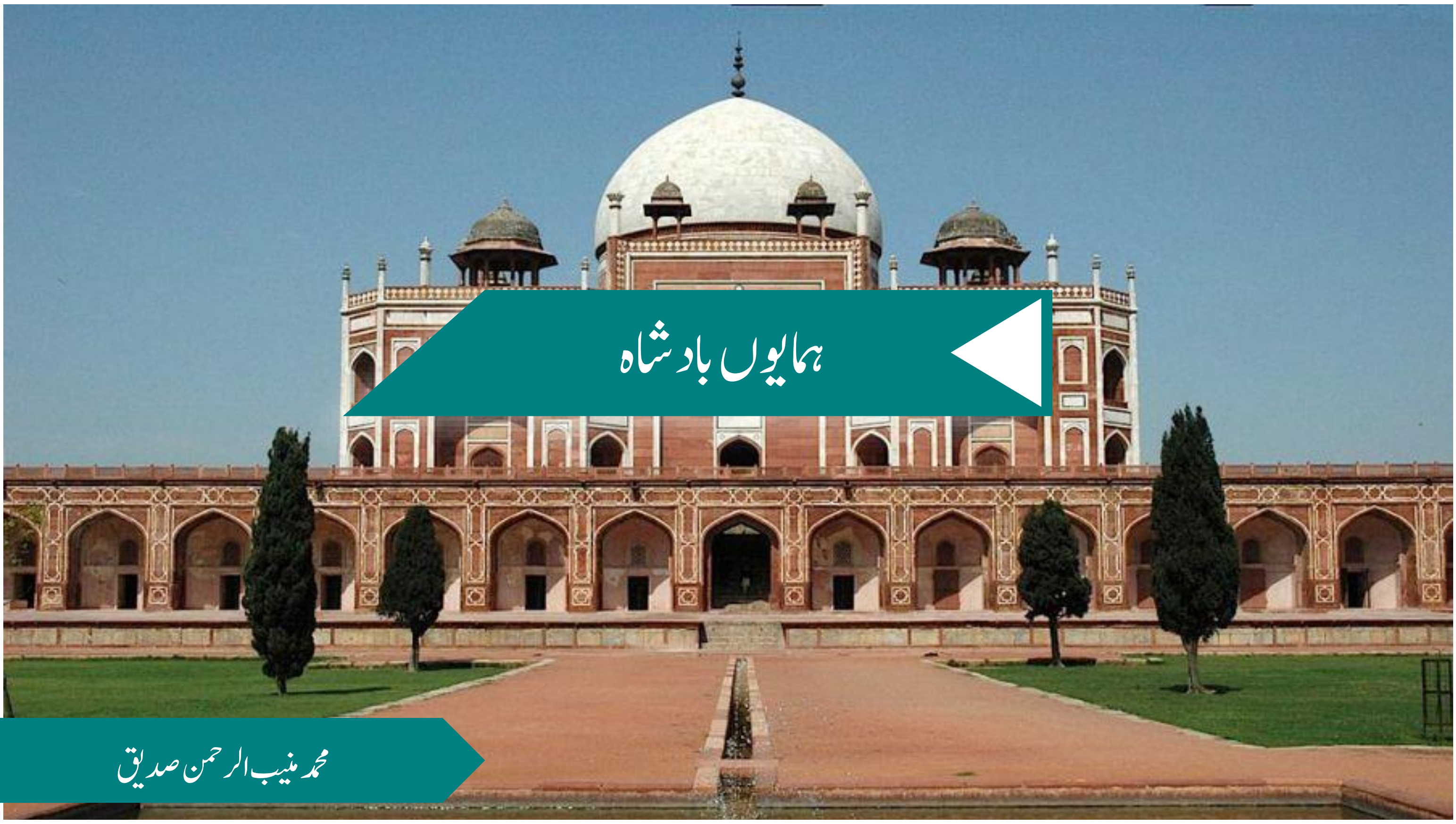
کوئی کہتا کہ آج کے صوفیوں کو دیکھو کہ شراب پیتے ہوئے، ایک مدہوش ہے اور دوسرا نیم بے ہوش (کہ اُس کو اٹھا کر لے جا رہا ہے) تُف (افسوس) ہے ان کی اوقات پر۔

غرض جتنے منہ اتنی باتیں، وہ شخص لوگوں کے طعنے سنتا تھااور خون کے گھونٹ پیتا تھا، خدا خدا کر کے اس صوفی کی قیام گاہ پر پہنچااور (اُسے وہاں چھوڑ کر) خود لوگوں سے منہ چھپائے اپنے گھر گیا، آج اس کو جو خفت (شرمندگی) اٹھانی پڑی، رات بھر اس کے تصور سے کروٹیں بدلتا رہا۔

دوسرے دن حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہنس کر فرمایا: گلی کوچہ میں بھائی کی آبروریزی (غیبت) نہ کرو ورنہ زمانہ شہر میں تیری آبروریزی کرے گا۔ (دلچسپ حکایات سعدی)



ہمایوں بادشاہ



محمد منیب الرحمن صدیق

ہمایوں کے لفظی معنی ہیں خوش بخت یا مبارک کے ہیں، یہ نام مغل بادشاہ بابر کے جانشین (اس کے بیٹے نصیر الدین) نے اپنی تخت نشینی کے وقت اختیار کیا تھا، اس طرح اس کا پورا نام نصیر الدین محمد ہمایوں بنتا ہے۔

ہمایوں 1508ء میں کابل میں پیدا ہوا تھا، اپنے باپ باہر کے ساتھ سب ہندوستانی مہموں میں شریک رہا، بابر اسے سب سے زیادہ چاہتا تھا، ہمایوں نے بھی اپنے علم پروری اور مہم جوئی کی عادت کے باعث اپنے باپ کا دل جیت لیا تھا اس لئے بابر نے اپنی زندگی کا نذرانہ ہمایوں کی صحت مندی کے لئے دیا تھا (ہمایوں جب شدید بیمار تھا تو بابر نے خدا سے دعا کی تھی کہ اس کی موت مجھے دیکر اسے صحت عطا کر) لیکن افسوس کہ وہ بابر کی وفات کے بعد سکون سے حکومت نہ کر سکا۔

اس کا دورِ حکومت دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلا دور 1530 تا 1540ء ہے، اس دور میں وہ اپنے بھائیوں عسکری مرزا، کامران مرزا اور جندال مرزا اور شیر شاہ سوری کے ساتھ اقتدار کی جنگیں لڑتا رہا جبکہ دوسرا دور (56-1555ء) صرف دس ماہ ہے، اس دور میں بھی وہ دوبارہ ہندوستان کا حاکم بنا اور پھر ناگہانی موت کا شکار ہو کر اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

ہمایوں کو علم ہیئت سے گہری دلچسپی تھی، جب دوسری مرتبہ ہندوستان کا بادشاہ بنا تو دہلی میں اس نے ستاروں کی گردش اور دیگر اجرام فلکی کی معلومات کے لئے ایک بڑی رصد گاہ بنوائی اور اس میں سات سیاروں کی مناسبت سے سات برج بنوائے اور ہر روز متعلقہ برج میں بیٹھ کر ماہرین علم ہیئت کے ساتھ بحث مباحثہ کرتا۔

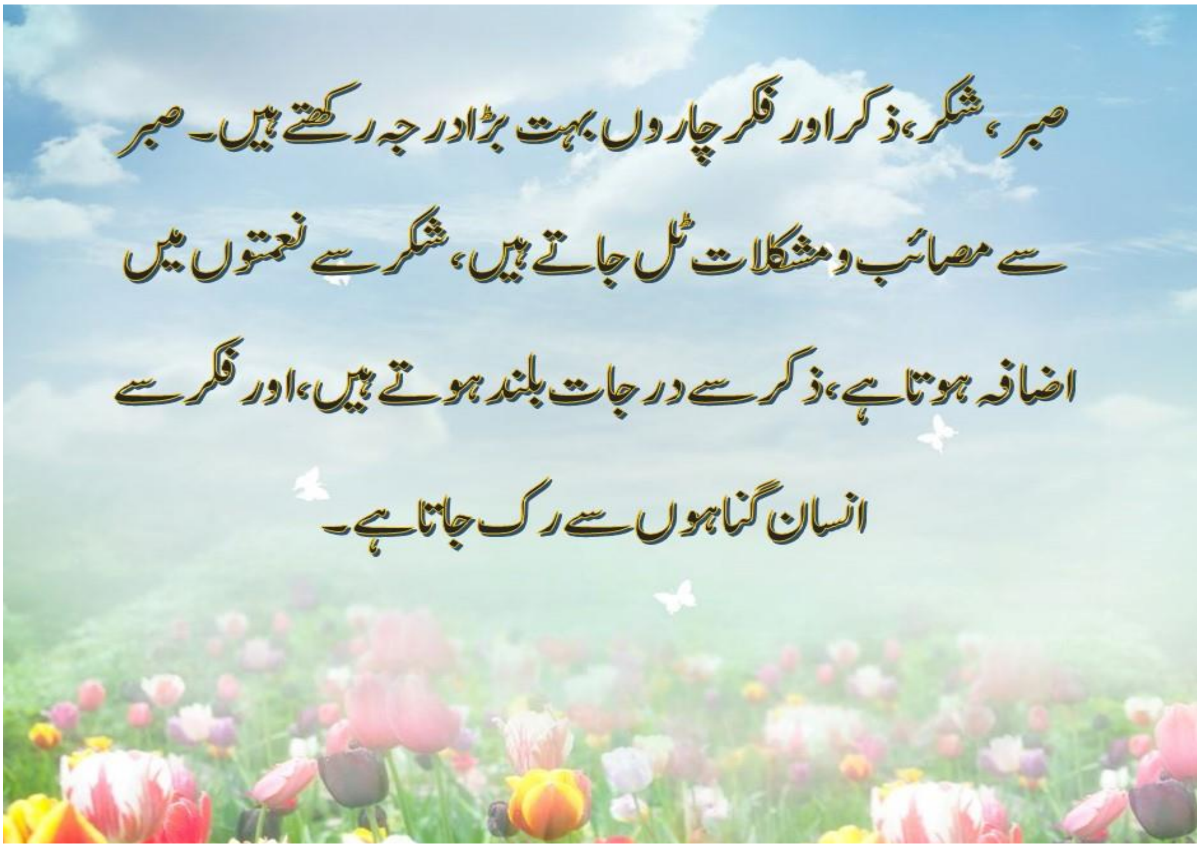
اپنے اس معمول کے مطابق وہ 17 جنوری 1556ء کو رصد گاہ میں محفل جمائے بیٹھا تھا، حسب دستور بوقت مغرب اس نے مجلس برخاست کی اور برج سے نیچے اترنے لگا، ابھی وہ چند سیڑھیاں ہی نیچے اترا تھا کہ مغرب کی اذان شروع ہوئی، وہ اذان کا احترام کرتے ہوئے سیڑھی پر ہی بیٹھ گیا، جب اذان ختم ہوئی تو نیچے اترنے کے لئے اٹھا۔

اس کا لمبا چغہ اس کے پاؤں میں پھنس گیا، وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور سر کے بل نیچے سنگ مرمر کے فرش پر گرا، دماغ میں چوٹ لگنے کے باعث موقع پر ہی بے ہوش ہو گیا، خدام اسے اٹھا کر خوابگاہ میں لے گئے، حرم سرا کی خواتین اور عزیز و اقارب اکٹھے ہو گئے، شاہی طبیبوں نے علاج شروع کیا لیکن بے سود، وہ ہوش میں نہ آسکا۔

سات دن تک مسلسل بے ہوش رہا، سلطنت کا انتظام کس نے سنبھالا، ستاروں نے کیا روش بدلی، ہمایوں بادشاہ کو کچھ پتہ نہیں تھا، آخر کار 24 جنوری 1556ء کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے اس عالم فانی سے رخصت ہوا۔

اسے دہلی میں سپرد خاک کیا گیا اور اکبر بادشاہ نے ایک دل پزیر مقبرہ تعمیر کروایا، ہمایوں بادشاہ کی یہی آخری آرام گاہ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے لئے جنگ آزادی 1857ء کے دوران پناہ گاہ ثابت ہوئی۔

(دلچسپ ایمان افروز واقعات، ص: 93)





بڑوں کی مہربانی سے چھوٹوں کا حوصلہ بڑھتا ہے

محمد عبیدالرحمن متعلم جامعہ ہذا

ایک بادشاہ اپنے چند خاص مصاحبوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا۔ جاڑوں کے دن تھے، آبادی سے دور نکل گئے، رات ہو گئی۔ قریب میں ایک کسان کا مکان نظر آیا۔ بادشاہ نے کہا کہ آج رات اس کسان کے گھر میں رہنا چاہیے تاکہ سردی کے اثر سے بچ جائیں۔ ایک وزیر نے کہا کہ یہ بات بادشاہ کے بلند مرتبہ کے لائق نہیں ہے کہ ایک کسان سے رہنے کی جگہ مانگے۔ ہم اسی جگہ خیمے لگا دیں گے اور آگ جلائیں گے تاکہ کھانا بھی تیار کرالیں۔

کسان کو خبر ہو گئی۔ اس کے یہاں جو کچھ کھانے کے لیے موجود تھا وہ لاکر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا اور آداب بجالایا اور کہا بادشاہ کا بلند مرتبہ اس سے کم نہ ہو گا لیکن یہ لوگ نہیں چاہتے کہ ایک کسان کی عزت بڑھ جائے۔ بادشاہ کو کسان کی بات پسند آئی، شام کو اس کے مکان میں قیام کیا، صبح کو رخصت ہوتے وقت اس کو انعام دیا۔

لوگوں نے دیکھا کہ وہ کسان کچھ دور تک بادشاہ کی سواری کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور کہتا جاتا تھا کہ: بادشاہ نے ایک کسان کے گھر قیام کیا، مگر بادشاہ کی عزت اور بڑائی میں کوئی کمی نہیں ہوئی لیکن بلند مرتبہ بادشاہ کی مہربانی کا سایہ کسان کے سر پڑا تو اس کا سر آسمان کی بلندی تک جا پہنچا!۔ (شیخ سعدیؒ کی حکایات)

حاصل کلام: بیشک بڑوں کی مہربانی سے چھوٹوں کا حوصلہ بڑھتا ہے۔



سلسلہ مترادفات القرآن (قسط اول)

طاہرہ فاطمہ

قرآن کریم کی تلاوت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ہر پڑھنے والے کو ملیں گی جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے تاہم یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ وہ ہر پڑھنے والے کو اجر عظیم سے نوازتا ہے لیکن بغیر سمجھے پڑھنے سے ثواب تو یقیناً مل جائے گا لیکن قرآن کے نزول کا جو اصل مقصد ہے، وہ اسے حاصل نہیں ہو گا۔ وہ مقصد کیا ہے؟ ہدایت اور روشنی، یہ تو صرف اسے ہی ملے گی جو قرآن کو سمجھنے کی اور اس کے معانی و مطالب سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ آج اس قرآن کے پڑھنے والے تو لاکھوں نہیں، کروڑوں کی تعداد میں ہیں لیکن اس میں بیان کردہ اصول و ضوابط اور تعلیمات وہدایات کو سمجھنے والے کتنے ہیں؟ تھوڑے، بالکل تھوڑے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سورۃ القمر آیت 17)

ہم نے قرآن کو آسان کیا ہے نصیحت حاصل کرنے کے لیے، کیا پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

قرآن کریم کی کئی آیات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتاب کے اندر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ جیسے ارشاد ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ ص آیت 29)

یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم اس سے نصیحت حاصل کریں۔

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں ایک ہی ترجمہ کر دیا جاتا ہے، مثلاً خوف، خشیۃ، حذر، وجل، وجس، تقوی اور رھب وغیرہ سب الفاظ کا ترجمہ "ڈرنا" ہی کیا جاتا ہے۔انسانی طبعیت میں چونکہ جستجو ہوتا ہے اور یہ معلوم کرنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے ؟اس سلسلے کا مقصد اردو الفاظ کے تحت قرآن کریم میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا ہے۔اس سلسے کو حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کیا جائے گا۔

آباد ہونا (بسنا) رہنا

آباد ہونا، بسنا رہنا کے لیے سکن، **تبوا، ثوی، بدا، حضرا، خلد، عاشر** اور **غنی** کے الفاظ قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ہیں۔

سکن:

سکون کا لفظ اضطرار اور حرکت کی ضد ہے۔ لہذا آباد ہونا کے مفہوم میں جب سکن کا استعمال ہو گا تو اس کے معنی ہوں گے "کسی دوسرے مقام سے آکر رہائش پذیر ہونا" اور قرآن کریم میں ہے:

وَقُلْنَا يَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْـهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت 32)

اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں جا کر رہو اور اس میں جو چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ پھر ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ان کی پیدائش جنت کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر ہوئی تھی۔

حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو لا بسایا تو فرمایا:

رَبَّنَآ اِنِّيٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (سورۃ ابراہیم آیت 37)

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔

تبوا:

اس کا مادہ (ب وء) سے ہے۔اس کے مفہوم میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔رجوع الی الشئ اور برابر سرابر ہونا۔اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کسی رہائشی مقام کی فضا اور ماحول رہنے والے کی طبیعت کے موافق اور سازگار ہو یا کوئی شخص جس مقصد کے لیے کسی رہائشی جگہ کا انتخاب کرتا ہے وہ اس کے لیے موافق اور سازگار ہو۔مثلا

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ (سورۃ یوسف آیت 56)

اور اس طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو ملک (مصر) میں اقتدار بخشا (تاکہ) اس میں جہاں چاہیں رہیں۔

اسی طرح اللہ تعالی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورۃ آل عمران آیت 121)

اور یاد کرواے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جنگ کے موقع و محل کے لحاظ سے ہر ایک کو مخصوص مقامات پر متعین فرماتے تھے۔

ثوی:

بمعنی دفن کیا جانا، کسی جگہ ٹھہرنا، آباد ہونا۔ ثوی الرجل آدمی کا مرنا (منجد) (لغت اضداد) اور بمعنی کسی جگہ کو مستقل طور پر اقامت گاہ بنالینا۔آباءواجداد سے کسی ایک مقام پر ہی رہائش اختیار کیے رکھنا۔اللہ تعالی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں:

وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (سورۃ قصص آیت 45)

لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر مدت دراز گزاری، اور تو مدین والوں میں نہیں رہتا تھا کہ انہیں ہماری آیتیں سناتا، لیکن ہم رسول بھیجتے رہے۔

خلد:

کسی جگہ پر ایک طویل عرصہ تک رہنا جہاں تغیر وفساد واقع نہ ہو۔اللہ تعالی اہل جنت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

(سورۃ بقرۃ آیت 25)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنادو کہ انکے لئے نعمت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا۔اور انکو ایک دوسرے کے ہمشکل میوے دیئے جائیں گے اور وہاں انکے لئے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضر، بدا:

کسی شہر میں مقیم ہونا۔شہری رہائش اختیار کرنا اور حضر کی ضد بدو ہے۔

بدا (یبدؤا بداواۃ) کے معنی کسی گاؤں یا دور افتادہ جگہ کا باشندہ ہونا۔بدا کے لغوی معنی (ظاہر ہونا) بھی ہے اور اس سے ایک مقام رہائش مراد ہوتا ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔اس سے بادیۃ بمعنی صحرا، بادی صحرا نشین اور بدوی بمعنی دیہاتی کے الفاظ مشتق ہیں۔اب ان کی قرآن کریم سے مثالیں دیکھیے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورۃ بقرۃ آیت 196)

پھر جو (قربانی کی قدرت) نہ پائے تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے (اس وقت رکھو) جب تم اپنے گھر لوٹ کر جاؤ، یہ مکمل دس ہیں۔یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اور یوسف علیہ السلام اللہ تعالی کے احسانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (سورۃ یوسف آیت 100)

اور اس نے مجھ پر بہت سے احسان کئے ہیں کہ مجھ کو قید خانے سے نکالا۔ اور اسکے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے وہ علم والا ہے حکمت والا ہے۔

عاشر:

اس کا مادہ عشر ہے۔ جس کے دو بنیادی معنی ہیں۔ ایک دس کا عدد اور مخالطت اور مداخلت یعنی آپس میں مل جل کر رہنا۔ اسی سے لفظ عشیرۃ مشتق ہے جس کے معنی قبیلہ کے ہیں اور عاشر کے معنی ایک کنبہ کے ساتھ مل جل کر رہنا۔ قرآن کریم میں ایسے مردوں کو جنہیں اپنی بیویوں پر کچھ شکایات ہوں حکم دیا گیا ہے کہ :

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ النساء آیت 19)

اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو،

غنی بالمکان:

بمعنی کسی مقام پر طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنا۔ گویا وہ دوسری جگہوں سے بے نیاز ہے قرآن میں ہے :

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ الاعراف آیت 92)

وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایسے ہو گئے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب کو جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔

ماحصل:

سکن کسی دوسرے مقام سے آ کر آباد ہونے کے لیے۔ **تبوا** موافق اور سازگار ماحول میں آباد ہونے کے لیے۔ **ثوی** موروثی طور پر کسی جگہ پر آباد ہونے کے لیے۔ **خلد** طویل عرصہ کے لیے جس میں تغیر و فساد نہ ہو۔ **حضر** کسی شہر میں رہنے کے لیے۔ **بدا** کسی دیہات یا جنگل میں رہنے کے لیے۔ **عاشر** اپنے خاندان میں مل جل کر رہنے کے لیے۔ **غنی** طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنے کے لیے۔



شاہین کا مہمان

یاسمین امتیاز

ایک بدمزاج بادشاہ اپنے خدمت گاروں اور سپاہیوں کے ساتھ ایک روز شکار پر گیا۔ جب وہ پہاڑ کے دامن میں دوپہر کا کھانا کھانے دستر خوان پر بیٹھا تو ایک شاہین نے اچانک آکر اس کے سامنے بھنے ہوئے مرغ کو پلک جھپکتے میں اٹھا لیا اور تیزی سے اڑتا ہوا چلا گیا۔

بادشاہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہین کا پیچھا کریں اور معلوم کریں کہ شاہین مرغ کہاں لے گیا ہے"۔ فوراً ہی لشکر روانہ ہو گیا، یہاں تک کہ شاہین کا تعاقب کرتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچا۔

وہاں سے سپاہیوں نے پہاڑ کی دوسری جانب بڑا عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ان کے سامنے ایک شخص تھا۔ جس کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ بھنا ہوا مرغ دستر خوان سے اٹھا کر لانے والا شاہین بڑے مزے سے اس شخص کی خدمت کر رہا تھا۔

وہ پرندہ اپنی چونچ سے گوشت نوچ چوچ کر اس شخص کے منہ میں ڈال رہا تھا۔ پھر وہ اڑا اور کہیں سے اپنی چونچ میں پانی بھر لایا۔ اس نے یہ پانی بھی اس شخص کو پلا دیا۔

سپاہی اس شخص کے قریب پہنچے اور اس کے ہاتھ پاؤں کھول کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے تو اس نے سپاہیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا: میں ایک تاجر ہوں، تجارت کے سلسلے میں اپنا مال لے کر جا رہا تھا کہ اسی راستے میں ڈاکوؤں کا سامنا ہو گیا۔ وہ

میرا مال ودولت لوٹ کر لے گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مجھے قتل کر دیں۔ میں نے ان سے التجا کی کہ وہ مجھے جان سے نہ ماریں۔ میری التجا پر انہوں نے مجھے جان سے تو نہ مارا، لیکن مجھے اور میرے خچر کو باندھ دیا اور چلے گئے۔ دوسرے دن یہ پرندہ میرے لیے کہیں سے روٹی لے کر آیا۔ پھر روزانہ ہی کہیں نہ کہیں سے میرے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہے۔ آج بھی یہ بھنا ہوا مرغ لے آیا ہے، روانہ دو مرتبہ یہ پرندہ میری اسی طرح خدمت کرتا ہے۔ جیسے میں اس کا مہمان ہوں"۔

بادشاہ کے سپاہیوں نے واپس جا کر اس کو یہ واقعہ سنایا۔ بادشاہ کو جب پوری صورتحال کا علم ہوا تو اس کی زندگی میں انقلاب آگیا اور کہنے لگا:

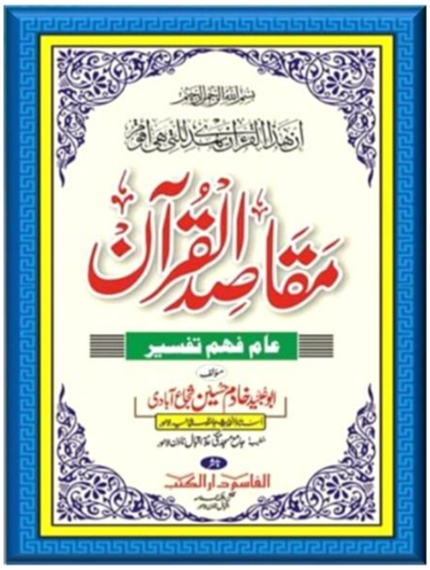
"افسوس ہے ہم پر کہ ہم ایسے اللہ سے غافل ہیں جو اس انداز سے بھی اپنے بندوں کو رزق فراہم کرتا ہے اور اپنا نظام چلاتا ہے"۔





تعارف کتاب "تفسیر مقاصد القرآن

از قلم مدیر



قرآن مجید فرقان حمید اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب ہے۔اس کتاب کے ہر لفظ میں موتیوں وجواہرات کے دریا موجزن ہیں۔ محققین ومفسرین نے ان موتیوں کو امت تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔تفسیر ''مقاصد القرآن،، بھی ان ہی موتیوں وجواہرات کے تسلسل کی ایک کڑی ہے۔

تفسیر ''مقاصد القرآن،، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تالیف کردہ ایک شاہکار ہے۔اس تفسیر کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تفسیر ایک عام فہم تفسیر ہے اس میں آیت کے ہر لفظ کے ساتھ اس کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ترجمہ میں اس چیز کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ قاری کو دوران مطالعہ کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔تفسیر ''مقاصد القرآن،،میں ترجمہ قرآن کے ساتھ ساتھ حواشی کا اہتمام بھی گیا ہے۔جس سے قاری ترجمہ قرآن کے ساتھ ساتھ آیت کے شان نزول اور آیت کی تشریح کا مطالعہ بھی کر سکتا ہے۔خوبصورت ڈیزائن،عمدہ کاغذ،بہترین خطاطی کے ساتھ اس تفسیر کو شائع کیا گیا ہے۔یہ تفسیر علماء،طلباء،پروفیسرز حضرات کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔

اظہار تشکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے پہلے اپنے عظیم رب کے سامنے سجدہ شکر بجالاتاہوں کہ جس نے مجلہ ''نوائے خادم'' شمارہ یکم رمضان المبارک کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار فرمایا۔ قارئین کرام کا بھی شکریہ کہ انہوں نے اپنی محبتوں سے نوازا۔ تمام محبین، مخلصین، متعلقین کا بھی شکریہ جنہوں نے مشوروں سے نوازا۔امید کرتے ہیں آپ کی یہ محبتیں، سرپرستی یونہی ہمیشہ ہمیں موصول ہوتی رہے گی۔

ایک اہم اعلان بھی سماعت فرمالیں کہ ''مجلہ نوائے خادم'' یکم محرام الحرام ۱۴۴۵ھ سے ان شاءاللہ العزیز اسلامی کلینڈر کے لحاظ سے سہ ماہی شائع کیا جائے گا۔

تمام احباب نوٹ فرمالیں۔ جزاک اللہ خیرا

مدیر مجلہ نوائے خادم

محمد داؤد الرحمن علی